تعلیم العقائد

یعنی

صحیح عقیدے

تالیف

مفتی طاہر محمود مدظلہ

جامعہ اشرف العلوم بیت المکرم، کورنگی، کراچی

تصدیق

حضرت مولانا مفتی سحبان محمود رحمہ اللہ

شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم، کورنگی، کراچی

مکتبۃ البشریٰ

کراچی - پاکستان

تعلیم العقائد

یعنی

صحیح عقیدے

تألیف

مفتی طاہر محمود مدظلہ
جامعہ اشرف العلوم بیت المکرم، کورنگی، کراچی

تصدیق

حضرت مولانا مفتی سحبان محمود رحمہ اللہ
شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبۃ البشریٰ
للطباعۃ والنشر

کتاب کا نام : تعلیم العقائد یعنی صحیح عقیدے

مؤلف : مفتی طاہر محمود

تعداد صفحات : ٦٨

قیمت برائے قارئین : =/٣٠ روپے

سن اشاعت : ١٤٣١ھ/ ٢٠١٠ء

ناشر : مکتبۃ البشریٰ

چوہدری محمد علی چیریٹیبل ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

Z-3، اوورسیز بنگلوز، گلستان جوہر، کراچی۔ پاکستان

فون نمبر : +92-21-37740738 +92-21-34541739

فیکس نمبر : +92-21-34023113

ویب سائٹ : www.ibnabbasaisha.edu.pk

ای میل : al-bushra@cyber.net.pk

ملنے کا پتہ : مکتبۃ البشریٰ، کراچی۔ +92-321-2196170

مکتبۃ الحرمین، اردو بازار، لاہور۔ +92-321-4399313

المصباح، ١٦، اردو بازار، لاہور۔ +92-42-37124656,37223210

بک لینڈ، سٹی پلازہ کالج روڈ، راولپنڈی۔ +92-51-5773341,5557926

دار الإخلاص، نزد قصہ خوانی بازار، پشاور۔ +92-91-2567539

اور تمام مشہور کتب خانوں میں دستیاب ہے۔

فہرست

شمار	مضمون	صفحہ
۱	انتساب	۴
۲	تقریظ	۵
۳	عرضِ مؤلف	۷
۴	مقدمہ	۱۰
۵	پہلا باب: اللہ تعالیٰ پر ایمان	۱۵
۶	وحدانیت	۱۷
۷	صفات کمالیہ	۱۸
۸	دوسرا باب: ملائکہ پر ایمان	۲۲
۹	تیسرا باب: آسمانی کتابیں	۲۶
۱۰	چوتھا باب: انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان	۳۱
۱۱	خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم	۳۴
۱۲	معجزے	۴۳
۱۳	پانچواں باب: قیامت اور حشر ونشر	۴۷
۱۴	حشر ونشر	۶۴
۱۵	پل صراط	۶۵

انتساب

اس ولیٔ کامل، نابغۂ روزگار اور ہر دل عزیز شخصیت کے نام جو اولاد کے لیے مہربان والد، دانا مربی اور کامل شیخ تھے، جن کی نظر کیمیا اثر نے راہِ حیات کے نہ جانے کتنے تھکے ماندے مسافروں کو حیاۃ طیّبہ کی راہِ تاباں و درخشندہ دکھائی، جن کی دعاؤں کا گھنا اور ٹھنڈا سایہ نہ جانے کتنے اداروں اور افراد کو مصائب، مشکلات اور فتنوں کی یلغار سے حفاظت فراہم کرتا تھا، جن کی مثالی تربیت اور بابرکت سایۂ عاطفت کی خوش گوار ٹھنڈک میں احقر نے اپنی زندگی کے چونتیس سال نہایت بے فکری اور چین وسکون سے گذارے۔ اب اُنکے جانے کے بعد معمولی مسائل بھی کڑی دھوپ میں کوہِ گراں نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ والد ماجد رحمہ اللہ کی کامل مغفرت فرمائے، ان کو مقامِ قرب سے نوازے اور اس کتاب کو (جو درحقیقت ان کا ہی فیض ہے) ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے اور ہمیں ان کے فیض سے محروم نہ فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ. اٰمین

تقریظ

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

اما بعد! صحیح عقیدہ وہ بنیاد اور اساس ہے کہ جس پر انسان کی فلاح ونجات کا دارومدار ہے، عقیدے کی درستگی کے بغیر اعمالِ صالحہ کی کوئی قدر و قیمت نہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے بھی اس پر بہت زور دیا بلکہ یہاں تک فرمادیا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ﴾ کہ اللہ تعالیٰ اعمال میں ہونے والی کوتاہی تو جس کی چاہیں گے، معاف فرمادیں گے لیکن شرک (یعنی عقیدے کی کوتاہی) کی معافی کی اس کے یہاں گنجائش نہیں۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ عقیدے کی اصلاح اور درستگی اسلام میں کس قدر مہتم بالشان ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں باطل قوتوں نے مسلمانوں کے عقائد پر شب خون مارنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے علمائے اسلام کو کہ انہوں نے بھی ہر دور میں ان باطل قوتوں کے مکر وفریب کا پردہ چاک کر کے عقائد کو ہر قسم کی ملاوٹ اور شک وشبہ سے پاک وصاف رکھنے کا کام بحسن وخوبی انجام دیا، چنانچہ اس موضوع پر ہر دور میں کتابیں لکھی جاتی رہیں۔ اسی لیے دینی مدارس (جن کے دیگر مقاصد کے علاوہ ایک اہم مقصد مسلمانوں کے عقائد وافکار کی درستگی اور حفاظت بھی ہے) میں بھی عقائد کی تعلیم کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اور نہایت شرح وبسط اور تحقیق کے ساتھ عقائد کی تعلیم دی جاتی ہے، لیکن عموماً مدارس میں اس موضوع کو فوقانی درجات میں پڑھایا جاتا ہے، نچلے درجات میں عقیدے پر کوئی خاص قابل ذکر کتاب عموماً نہیں پڑھائی جاتی، مدرسہ اشرف العلوم

بیت المکرّم کورنگی کا جب آغاز ہوا، تو وہاں کے نصابِ تعلیم میں اس موضوع کو تحتانی درجات میں بھی اہتمام کے ساتھ پڑھانے کا فیصلہ کیا گیا، لیکن ابتدائی درجات کے معیار کی کوئی کتاب اس وقت دستیاب نہ تھی، چنانچہ فرزندِ عزیز مولوی طاہر محمود سلمہ اللہ تعالیٰ وزادہٗ علماً وعملاً نے مرحلہ متوسطہ کے طلبہ کو ایمان مفصّل کی تشریح اس انداز میں پڑھائی کہ جس کے ذیل میں ضروری عقائد کی مناسب تشریح اور فاسد عقائد کی نشاندہی کے ساتھ ان کی تردید بھی ہلکے پھلکے انداز میں آ گئی۔

موصوف نے جب اس کو شائع کرنے کا ارادہ کیا، تو اس تشریح کو طلبہ کی سہولت کے لیے سوالاً جواباً کر دیا اور پھر اس کے حاشیہ میں دلائل بھی لکھ دیے، پھر یہ تحریر مستند اور متبحّر علمائے کرام کے سامنے بغرضِ اصلاح پیش کر کے ان سے بھی توثیق کر لی، چنانچہ ان کی اس کاوش کو جناب مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب مدظلہم (نائب مفتی دارالعلوم کراچی)، جناب مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مدظلہم اور حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب دامت برکاتہم نے بالاستیعاب مطالعہ فرما کر اصلاح فرمائی ہے۔ ان حضرات کی اصلاح کے بعد اب یہ کتاب اس قابل ہے کہ شائع کی جائے اور مدارس میں داخل نصاب کر لی جائے۔
اللہ تعالیٰ عزیز کی اس محنت کو قبول فرمائیں اور ان کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائیں۔ آمین

سحبان محمود

۲۷ 12/19 ھ

جامعہ دارالعلوم کراچی

عرضِ مؤلف

نحمده و نصلي على رسوله الكريم

امابعد! عقائد کی اہمیّت مسلمہ ہے، مگر ہمارے یہاں اس کو جس اہتمام سے پڑھانے کی ضرورت ہے، عموماً وہ اہتمام نظر نہیں آتا، چنانچہ ابتدائی درجات میں تو اس موضوع پر کوئی قابل ذکر کتاب داخلِ نصاب ہی نہیں، تاہم درجہ سادسہ میں جاکر ''شرح عقائد'' خاص اس موضوع کی کتاب ہے، مگر اس کو پڑھنے کے بعد بھی طالب علم کو فی زمانہ پائے جانے والے باطل فرقوں اور ان کے نظریات کے بارے میں کوئی خاص آگاہی حاصل نہیں ہوتی۔

جس زمانے میں احقر اپنے مادرِ علمی دار العلوم کراچی میں مدرس تھا، اس وقت احقر نے اپنے اساتذۂ کرام کی خدمت میں اس کمی کا تذکرہ کیا تھا اور درخواست کی تھی کہ اس موضوع کو مرحلہ متوسطہ سے مرحلہ عالیہ تک مسلسل شاملِ نصاب رہنا چاہیے، مگر مشکل یہ تھی کہ اس موضوع کا ایسا نصاب دستیاب نہ تھا کہ جس کو تسلسل کے ساتھ شاملِ نصاب کرلیا جائے، چنانچہ یہ تجویز مرحلہ متوسطہ سالِ سوم میں ''تعلیمات اسلام'' کے حصّہ عقائد کو شامل کرنے سے آگے نہ بڑھ سکی (بعد میں یہ حصّہ بھی اس مرحلہ کے طلبہ کی استعداد سے بلند ہونے کی وجہ سے نصاب سے خارج کردیا گیا)۔

پھر جب احقر پر مدرسہ اشرف العلوم میں تدریس کی ذمہ داریوں کے ساتھ انتظام کا بوجھ لادا گیا تو احقر نے پہلی فرصت میں اس موضوع کو مرحلہ وار بتدریج شامل نصاب کرنے کی ہمت کی، اور ''جو بولے وہ دروازہ کھولے'' کے بہ مصداق تمام اساتذہ نے یہ درس

بھی احقر ہی کے سپرد کر دیا۔ اس موقع پر احقر نے مرحلہ متوسطہ کے طلبہ کی استعداد کے مطابق ایمانِ مفصّل کی تشریح اس انداز میں کی کہ اس مرحلہ کی استعداد کے مطابق ضمناً موجودہ زمانے کے چند باطل فرقوں کا ایک اجمالی جائزہ اور ان کے عقائدِ باطلہ پر مختصر سا نقد بھی ان کے سامنے آجائے۔

ناکارہ کا یہ درس بعض طلبہ نے قلم بند کرلیا تھا، اور اسی کی فوٹو کاپی بعد کے سالوں میں شامل نصاب رہی، پھر بعض احباب کا اصرار ہوا کہ مرحلہ ثانویہ عامہ کے لیے بھی کچھ کام ہونا چاہیے، چنانچہ اس کے لیے اسی حصّہ کے دلائل زبانی یاد کرانے کی تجویز ہوئی، تو احقر نے احباب کے اصرار پر اس کے دلائل بھی جمع کر دیئے اور طلبہ کی سہولت کے لیے ایمانِ مفصّل کی تشریح کو سوالاً جواباً مرتب کر دیا۔

لیکن چونکہ یہ ایک بہت نازک موضوع ہے، جس پر قلم اٹھانے کے لیے علمی مہارت اور وسیع تدریسی تجربہ کے علاوہ اَسلاف کے دینی رخ اور مسلکی مزاج سے آشنائی بہت ضروری ہے، اور ظاہر ہے کہ اَحقر ان تمام فضائل سے تہی دامن ہے، اس لیے اپنی اس کاوش کو شائع کرانے کا کوئی ارادہ حاشیۂ خیال میں بھی نہ تھا۔ کئی سال بعد اب بعض دوستوں کی ہمت افزائی پر اس شرط کے ساتھ اس کو طبع کرانے کا ارادہ ہوا کہ یہ تحریر حرفاً حرفاً اپنے اساتذۂ کرام کی نظر سے گزار کر اطمینان کرلیا جائے، چنانچہ استاذِ مکرم حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب زید مجدہم اور حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں اس کو پیش کرنے کی جسارت کی اور ان حضرات نے کمالِ شفقت سے کام لیتے ہوئے اس کتاب کا مکمّل مطالعہ فرمایا اور احقر کو اپنے مفید مشوروں سے نوازنے کے علاوہ اس تحریر میں موجود ثقیل الفاظ کی جا بجا تسہیل فرمائی۔

پھر احقر نے اس کتاب کے مسودے کو اپنے سفرِ عمرہ ۱۴۱۹ھ میں حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (حضرت اب ہمارے درمیان نہ رہے اور رمضان ۱۴۲۳ھ کو مدینۃ

الرسول ﷺ میں رحلت فرما گئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن) کی خدمت میں بھی بغرضِ اصلاح پیش کیا۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے ایک ہی نشست میں پوری کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ فرما کر اصلاحات فرمائیں س اور اپنے نہایت گراں قدر قیمتی مشوروں سے نوازا، **فجزاهم الله تعالىٰ أحسن الجزاء.**

ان ثقہ اور مشاہیر علمائے کرام کی نظر سے گزرنے کے بعد اب یہ کاوش الحمد للہ اس قابل ہے کہ اس کو شائع کر دیا جائے۔

اسی کتاب کا دوسرا حصّہ جو مرحلہ ثانویہ خاصہ کی استعداد کے حامل طلبہ کی رعایت سے مرتب کیا گیا ہے، آخری مراحل میں ہے، اس حصّہ میں تاریخ اختلافِ امت اور اسباب اختلاف کے علاوہ زمانۂ قدیم و حاضر کے فرقوں کا تعارف، ان کے عقائد اور ان پر ردّ کے علاوہ اہلِ سنت والجماعت کا تعارف، ان کی علامات اور ان کے عقائد کا تفصیل کے ساتھ تذکرہ ہے۔

قارئین کرام کو اگر اس کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے، تو وہ یقیناً میری جہالت کا شاخسانہ ہوگی، از راہِ کرم ایسی صورت میں ناچیز کو مطلع فرمادیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حقیر کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائے اور اس کو احقر اور احقر کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے زادِ آخرت بنائے۔ آمین

ابوامامہ طاہر محمود

خادم طلبہ

اشرف العلوم بیت المکرّم، کورنگی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

أما بعد!

مقدمہ

سوال: عقیدہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: عقیدہ کے لفظی معنی ''باندھنے'' کے ہیں۔ دین و مذہب سے متعلق وہ نظریات جو دل میں جما لیے جائیں، وہ عقیدہ کہلاتے ہیں۔[1]

سوال: عقیدہ کی کیا اہمیّت ہے؟

جواب: ''عقیدہ'' انسان کے کردار و اعمال کی تعمیر میں بنیادی اہمیّت رکھتا ہے، کیونکہ انسان کے تمام اخلاق و اعمال کی بنیاد ارادے پر ہے، اور ارادے کا محرک دل ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ دل انہی چیزوں کا ارادہ کرتا ہے، جو دل میں راسخ اور جمی ہوئی ہوں، اس لیے انسان کے اعمال و اخلاق کی درستگی کے لیے ضروری ہے کہ اس کے دل میں صحیح عقائد ہوں، لہٰذا عقیدے کی اصلاح نہایت اہمیّت رکھتی ہے۔[2]

سوال: دین یا مذہب کسے کہتے ہیں؟

جواب: دین یا مذہب لغت میں اس ''طریقہ اور قانون'' کو کہتے ہیں، جس کی پیروی کی

---

[1] قال الزبيدي في تاج العروس: عقد الحبل والبيع والعهد عقدا فانعقد: (شده) والذي صرح به أئمة الاشتقاق أن أصل العقد نقيض الحل..... ثم استعمل في التصميم والاعتقاد الجازم. (فصل العين من باب الدال: ٢/٤٢٦)

[2] لقوله ﷺ: ألا إن في الجسد مضغة، إذا صلحت صلح الجسد كله، وإذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهي القلب. (كتاب الإيمان، البخاري، رقم: ١/٥٢)

جائے، چاہے وہ درست ہو یا غلط[۱] اور دینی زبان میں اللہ تعالیٰ کا مقرر فرمودہ وہ طریقہ جس کو بندہ اپنے اختیار سے اپنا کر حقیقی کامیابی اور فلاح پا جائے۔[۲]

سوال: ہمارا مذہب کیا ہے؟

جواب: ہمارا دین اور مذہب اسلام ہے، یہی وہ مذہب ہے جو انسان کی نجات اور کامیابی کا ضامن ہے، دین اسلام جیسی جامعیّت، کمال اور جاذبیت کسی دوسرے مذہب میں نہیں، یہی مذہب ساری دنیا کے انسانوں کے لیے تا قیامت کامیابی کا ضامن ہے۔
اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب مقبول نہیں ہے، جس نے اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب اپنایا، وہ دنیا اور آخرت کے خسارہ اور ناکامی کے علاوہ اللہ کے غیظ وغضب کا مستحق ہوا۔[۳]

سوال: دین اسلام کیا ہے؟

جواب: دین اسلام عقیدے اور عمل کے مجموعہ کا نام ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ نے جن چیزوں پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے، ان کا دل میں یقین جمانا، زبان سے اظہار اور اقرار اِتابعداری کرنا اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق گذارنے کا نام مذہبِ اسلام ہے۔[۴]

---

[۱] قال تعالى: ﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾ (الكافرون: ٣)

[۲] قال الملا جيون في "نور الأنوار": الدين هو وضع إلٰهي، سائق لذوي العقول، باختيارهم المحمود إلى الخير بالذات، وهو يشمل العقائد والأعمال. (ص: ٦)

[۳] قال تعالى: ﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَه يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ﴾ (الأنعام: ١٢٥) وقال تعالى: ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ (آل عمران: ١٩) وقال تعالى: ﴿وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائده: ٣) وقال تعالى: ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ (آل عمران: ٨٥)

[۴] قال تعالى: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا﴾ (الكهف: ١٠٧) وكما ورد في حديث جبرئيل، وقال الإمام الأعظم في "الفقه الأكبر": الدين اسم واقع =

سوال: ایمان اور اسلام کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جن باتوں کی خبر دی ہے، ان کا اسی طرح دل میں یقین کرنا اور تصدیق کرنا ''ایمان'' کہلاتا ہے، اور اس یقین وتصدیق کا زبان سے اظہار و اقرار کرنا اور اپنی زندگی اس کے مطابق گزارنا ''اسلام'' کہلاتا ہے، لہٰذا ایمان وہ بنیاد ہے، جس پر مذہبِ اسلام کی عمارت قائم ہے، اس کے بغیر صرف زبان سے اقرار کرنا منافقت ہے، چنانچہ ایمان کے بغیر (اللہ تعالیٰ کے یہاں) نہ اسلام معتبر ہے اور نہ عملِ صالح کا کوئی اعتبار ہے۔[1]

سوال: مسلمان ہونے کے لیے کن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے؟

جواب: ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر چند سوالات امت کی تعلیم کے لیے کیے تھے، جس میں ایک سوال ایمان کے بارے میں تھا، اور آپ نے اس کے جواب میں کلمۂ شہادت کے علاوہ وہ بنیادی باتیں بیان فرمائی تھیں، جن کی تصدیق کرنا ایمان کے لیے ضروری ہے، اور وہ باتیں ایمان مفصّل میں جمع کردی گئی ہیں، ایمان مفصّل یہ ہے:

اٰمنت باللّٰه وملائكته وكتبه ورسله واليوم الاٰخر والقدر خيره وشره من اللّٰه تعالىٰ والبعث بعد الموت.[2]

= على الإيمان والإسلام والشرائع كلها. (الفقة الأكبر)

[1] كما ورد في حديث جبرئيل في جواب: "ما الإسلام؟" وقال الملا علي القاري في "شرح الفقة الأكبر": قال الإمام الأعظم في كتابة الوصية: الإيمان إقرار باللسان وتصديق بالجنان. والإقرار وحده لا يكون إيمانا؛ لأنه لو كان إيمانا لكان المنافقون كلهم مؤمنون، قال اللّٰه تعالىٰ في حق المنافقين: ﴿وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ﴾ (المنافقون: ١) .... ثم التصديق ركن حسن لعينه لا يحتمل السقوط في حال من الأحوال. (شرح الفقة الأكبر، ص: ٥٧ طبع مصر)

[2] كما ورد في حديث جبرئيل. البخاري، رقم: ٥٠، مسلم، رقم: ١٠٠٨، =

میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر کہ ہر خیر وشر اللہ کی جانب سے ہوتا ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر۔

سوال: کفر کیا ہے؟

جواب: جن باتوں کی تصدیق اور اقرار ایمان کے لیے ضروری ہے، ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کردینا کفر ہے، جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کا انکار کردے، یا کسی پیغمبر کو نہ مانے تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔[1]

سوال: شرک کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات یا عبادت میں کسی دوسرے کو شریک بنانا شرک کہلاتا ہے، جیسے ہندو بہت سے خدا مانتے ہیں، عیسائی حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو بھی خدا مانتے ہیں۔[2]

صفات میں شرک کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا، جیسے کسی پیر فقیر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اولاد دے سکتا ہے یا بارش برسا سکتا ہے۔[3]

= أبو داود، رقم: ٤٦٩٥، النسائي، رقم: ٤٩٩، ابن ماجه، رقم: ٦٢، ٦٤

[1] لقوله تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ (الزمر: ٦٢) ولقوله تعالیٰ: ﴿مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (المؤمن: ٤)

[2] لقوله تعالیٰ: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝﴾ (الإخلاص) ولقوله تعالیٰ حكاية عن إبراهيم عليه السلام: ﴿يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾ (الأنعام: ٧٨، ٧٩)

[3] لقوله تعالیٰ: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (الشورىٰ: ١١)

اسی طرح عبادت میں شریک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو بھی عبادت کے لائق سمجھنا، جیسے قبر کو یا پیر کو عبادت کے طور پر سجدہ کرنا، اللہ کے سوا کسی پیر کے نام کی منت مانگنا یا کسی نبی ولی کے نام کا روزہ رکھنا وغیرہ۔[1]

---

[1] قال تعالیٰ: ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا﴾ (التوبة: ۳۱) وقال تعالیٰ: ﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ O﴾ (العنكبوت: ٦٥) وقال: ﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (يونس: ۱۸)

پہلا باب:

اللہ تعالیٰ پر ایمان

سوال: اللہ جَلَّ شَأْنُہٗ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اس ذات کا نام ہے، جو یکتا ہے اور تمام اچھی صفات اور خوبیاں اس میں ہیں۔ ذات، صفات اور عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں، جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، جس نے تمام جہانوں کو پیدا کیا، اسے کسی نے پیدا نہیں کیا، جس کو چاہتا ہے اپنے اختیار سے پیدا فرما دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اپنے اختیار سے فنا فرما دیتا ہے۔ دنیا کی تمام باتیں اس کے اختیار و ارادے سے ہوتی ہیں، وہ ہر بات کو سنتا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے، ہر چھوٹی بڑی چیز کا جاننے والا ہے، وہی سب کو رزق دیتا ہے، وہی جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، زندگی اور موت اسی کے قبضہ اور اختیار میں ہے۔[1]

سوال: کیا انسان اللہ جَلَّ شَأْنُہٗ کی ذات کو سمجھ سکتا ہے؟

جواب: اللہ جَلَّ شَأْنُہٗ کی حقیقت کا علم انسان کی طاقت اور اسکے بس سے باہر ہے، بڑے

---

[1] قال تعالى: ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ (البقرة: ١٦٣) وقال: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ (القصص: ٨٨) وقال: ﴿وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾ (الرحمن: ٢٧) وقال: ﴿خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (الأنعام: ١٠٢) وقال: ﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾ (هود: ١٠٧، البروج: ١٦) وقال: ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ (الأعراف: ٥٤) وقال: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (الشورىٰ: ١١) وقال: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ (الأنعام: ٥٩) وقال: ﴿وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (آل عمران: ٢٦) وقال: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ (الروم: ٢٧)

سے بڑا عقل منداور صاحبِ علم بھی اللہ جَلَّ شَأْنُہٗ کی حقیقت اور ذات تک نہیں پہنچ سکتا۔[1] ہم اللہ تعالیٰ کواس کی صفاتِ کمالیہ سے پہچانتے ہیں۔[2]

سوال: اللہ تعالیٰ موجود ہے، لیکن بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں ہے، لہٰذا وجودِ باری تعالیٰ پر کوئی عقلی دلیل بھی بیان کردیں؟

جواب: ان لوگوں کا مذکورہ عقیدہ ظاہر ہے کہ کسی بھی عقل مند آدمی کے لیے قابلِ توجہ نہیں ہوسکتا، ذرا سوچنے کی بات ہے کہ معمولی سا کام بھی بغیر کرنے والے کے نہیں ہوسکتا، تو اتنا بڑا کارخانۂ عالم، جس میں دن بھی ہوتا ہےاوررات بھی، بارش بھی ہوتی ہےاورخشک سالی بھی، غرض ایک نظام ہے، جو بے داغ ہونے کے علاوہ نہایت منظّم اورشاندار ہے، خود بہ خود کیسے پیدا ہوسکتا ہے؟ اورخود بہ خود کیسے چل سکتا ہے؟ لازمی طور پر یہ ماننا پڑے گا کہ اسے کسی نے بنایا ہے اور بنانے کے بعد منظّم طور پر اس کو چلا رہا ہے، یہی عالم کو بنانے اور چلانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

عرب کے ایک دیہاتی سے پوچھا گیا کہ تو نے اللہ تعالیٰ کے وجود کو کیسے پہچانا؟ تو اس نے کہا:

البعرة تدل على البعير، الأثر يدل على المسير، فالسماء ذات الأبراج، والأرض ذات الفجاج كيف لا يدلان على اللطيف الخبير؟

یعنی اونٹ کی مینگنی دیکھ کر یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ یہاں سے کوئی اونٹ گیا ہے، اور

---

[1] قال تعالى: ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا﴾ (طٰهٰ: ١١٠)

[2] قال في "شرح العقيدة الطحاوية": لا تبلغه الأوهام ولا تدركه الأفهام.........والله تعالى لا يعلم كيف هو إلا هو سبحانه وتعالى، وإنما نعرفه سبحانه بصفاته، وهي أنه أحد صمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا أحد. (شرح العقيدة الطحاوية: ١٢٠)

نشانِ قدم دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ یہاں سے کوئی گزرنے والا گزرا ہے، تو یہ بڑے بڑے چاند، سورج اور ستاروں والا آسمان، یہ کشادہ اور وسیع راستوں والی زمین، ضرور اللہ کے موجود ہونے کی خبر دیتی ہے۔

دیکھیے یہ عام سا دیہاتی کوئی عالم، فاضل اور محقّق نہیں، مگر یہ بھی معمولی غور وفکر سے اللہ تعالیٰ کا موجود ہونا جان لیتا ہے، تو وہ لوگ جو اس قدر واضح نشانیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر ہوں، ان کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ ان کی عقلوں پر پردے پڑ گئے ہیں۔

وحدانیت

سوال: اس بات کی کیا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہیں؟

جواب: خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا اپنی وحدانیت بیان فرمائی ہے (اور ہمارے لیے یہی دلیل کافی ہے) چنانچہ فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾[1]

یعنی کہہ دو کہ اللہ ایک ہے۔

اور فرمایا: ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۝﴾[2]

یعنی اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے، جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

سوال: بعض لوگ اللہ کے وجود کو تو مانتے ہیں، مگر ایک سے زیادہ معبودوں کا عقیدہ رکھتے ہیں، جیسے ہندو اور عیسائی وغیرہ، ان کے لیے کوئی عقلی دلیل بیان کردیں؟

جواب: ایک سے زیادہ معبود ہونا، عقل وفطرت دونوں کے خلاف ہے، ذرا سوچیے تو کہ اس دنیا میں ایک چھوٹے سے ملک پر بھی بیک وقت دو آدمیوں کی حکمرانی یا بادشاہت نہیں چل سکتی، تو اتنے بڑے عالم میں خداوندِ قدوس کے ساتھ، اس کی خدائی میں کوئی

[1] الإخلاص: ۱ [2] البقرة: ۱۶۳

دوسرا کیسے شریک ہوسکتا ہے؟ کیوں کہ دو خدا ہونے کی صورت میں یا تو دونوں میں ہمیشہ اتفاق رہتا، یا اختلاف ہوتا۔ ہمیشہ اتفاق ہونے کی صورت میں دوسرے خدا کی حاجت نہیں، کیونکہ جب ایک کا فعل و ارادہ کافی ہوگیا، تو دوسرے کی کیا ضرورت؟ جب دوسرے کی ضرورت نہیں، تو دوسرا زائد اور معطل ہوگیا اور معطل ہونا شانِ خداوندی کے خلاف ہے، لہٰذا معلوم ہوگیا کہ دو خدا نہیں ہوسکتے۔

اور اگر دونوں میں اختلاف ہو مثلاً ایک نے زید کو موت دینے کا ارادہ کیا، اور دوسرے نے اسی وقت میں اس کو زندگی دینے کا ارادہ کیا، تو ضروری ہے کہ اس ایک وقت میں یا تو زید کو موت آئے یا زندگی ملے، دونوں باتیں بیک وقت نہیں ہوسکیں گی، لہٰذا اگر زید کو موت نے آلیا تو دوسرا خدا جس نے زید کی زندگی کا فیصلہ کیا تھا، وہ عاجز ہوگیا اور عاجز ہونا خدا کی شان کے خلاف ہے، اور اگر اس وقت میں زید کو زندگی ملی، تو دوسرا خدا جس نے زید کی موت کا فیصلہ کیا تھا، وہ عاجز ہوگیا، اور عاجز خدا نہیں ہوسکتا۔

لہٰذا ثابت ہوگیا کہ خدا تعالیٰ ایک ہی ہے، دو نہیں ہوسکتے اور خدائی میں شرکت محال ہے۔ مشرکین کے لیے یہی مذکورہ عقلی دلیل اللہ جَلَّ شَأْنُہٗ نے بھی قرآنِ کریم میں بیان فرمائی ہے، ارشاد ہے: ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾[1]

صفات کمالیہ

سوال: اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ کون کون سی ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ بہت سی ہیں، ان میں سے چند صفاتِ کمالیہ (یعنی اچھی صفات) یہ ہیں:

۱۔ وحدت: یعنی خداوندِ قدوس اپنی ذات میں بھی یکتا ہے، اور صفات میں بھی یکتا ہے، نہ

---

[1] الأنبياء: ۲۲

اس کا ذات میں کوئی شریک ہے، اور نہ صفات میں۔[۱]

۲۔ قِدم: یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا، نہ اسکی ابتدا ہے، نہ اسکی انتہا ہے۔[۲]

۳۔ حیات: یعنی زندگی، خدا تعالیٰ زندہ ہے اور زندہ ہی رہے گا، زندگی کی صفت اس کے لیے ہمیشہ ہمیشہ ثابت ہے۔[۳]

۴۔ قدرت: قدرت کے معنی طاقت کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت اور طاقت حاصل ہے، وہ تمام عالم کو پیدا کرنے، پھر قائم رکھنے، پھر فنا کردینے، پھر دوبارہ موجود کردینے پر قادر ہے، اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔[۴]

۵۔ علم: علم کے معنی جاننے کے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا عالم یعنی جاننے والا ہے، اس کے علم سے کوئی چھوٹی یا بڑی چیز باہر نہیں، ہر ہر ذرّہ تک اس کے علم میں ہے، ہر چیز کو اس کے موجود ہونے سے پہلے اور فنا ہونے کے بعد بھی جانتا ہے، انسان کے دل میں آنے والے خیالات اور اندھیری رات میں چلنے والی چیونٹی کے پاؤں کی حرکت، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، علمِ غیب (یعنی پوشیدہ باتوں کا علم) خدا تعالیٰ ہی کی خاص صفت ہے۔[۵]

---

[۱] لقوله تعالىٰ: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (الإخلاص: ۱) ولقوله تعالىٰ: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ (الشورىٰ: ۱۱)

[۲] لقوله تعالىٰ: ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾ (الحديد: ۳) وقال النبي ﷺ: اللّٰهم أنت الأول فليس قبلك شيء وأنت الأخر فليس بعدك شيء.

(مسلم، رقم: ۲۷۱۳، كنز العمال، رقم: ۳۸۲۰)

[۳] قال تعالىٰ: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ (البقرة: ۲۵۵) وقال تعالىٰ: ﴿وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ﴾ (طه: ۱۱۱)

[۴] قال تعالىٰ: ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (البقرة: ۲۸۴)

[۵] قال تعالىٰ: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ (البقرة: ۲۵۵، طٰهٰ: ۱۱۰) وقال: ﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ (الملك: ۱۳) وقال: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي =

۶۔ ارادہ: ارادہ کے معنی اپنے اختیار سے کام کرنا، اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہتا ہے، اپنے اختیار سے پیدا فرما دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے اپنے ارادہ سے فنا فرما دیتا ہے۔ تمام عالم میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے اختیار و ارادہ سے ہوتا ہے، وہ کسی بات میں مجبور و لاچار نہیں۔[1]

۷۔ سمع و بصر: سمع کے معنی سننا اور بصر کے معنی دیکھنا ہے، اللہ تعالیٰ بغیر کان و آنکھ کے سنتا اور دیکھتا ہے، اسکے لیے اندھیرا، اجالا، دور اور نزدیک سب دیکھنے اور سننے میں برابر ہے۔[2]

۸۔ کلام: کلام کے معنی بولنا، یعنی اللہ تعالیٰ بغیر زبان کے بولنے والا ہے، اسے کلام میں زبان کی حاجت نہیں، کیونکہ محتاج ہونا مخلوق کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ محتاجگی سے پاک ہے، اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی کیفیت ہمیں نہیں معلوم۔[3]

تنبیہ: یہ بات خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی صفتوں سے پاک ہے، اس کی صفات ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی، اس کی کوئی صفت کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔[4]

قرآن کریم اور حدیث شریف میں جو اللہ تعالیٰ کی بعض ایسی صفات کا ذکر ہے، مثلاً

= الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍO﴾ (الأنعام: ٥٩)

[1] قال تعالىٰ: ﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُO﴾ (البروج: ١٦) وقال: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ﴾ (القصص: ٦٨)

[2] قال تعالىٰ: ﴿وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (الشورىٰ: ١١)

[3] قال تعالىٰ: ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ (النساء: ١٦٤) وقال: ﴿سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍO﴾ (يٰس: ٥٨) وقال الإمام الأعظم في "الفقة الأكبر": ونحن نتكلم بالألات والحروف والله يتكلم بلا الة ولا حرف. (ص: ٢)

[4] وقال تعالىٰ: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ (الشورى: ١١) وقال: ﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَO﴾ (الصافات: ١٨٠) وقال الإمام أبو حنيفة: لا يشبه شيئا من خلقه ولا يشبهه شيء من خلقه ..... وصفاته كلها خلاف صفات المخلوقين: يعلم لا كعلمنا، يقدر لا كقدرتنا، ويرى لا كرؤيتنا. (شرح الفقه الأكبر للملا علي القاري)

دیکھنا، سننا، بولنا یا ہاتھ یا قدم وغیرہ، تو ایسی باتوں پر ایمان لانے کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ ان کی اصل حقیقت اور مراد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، ہماری عقل اس کے سمجھنے سے قاصر ہے، ہم ان کی اصل حقیقت سمجھے بغیر اجمالاً ان پر ایمان لاتے ہیں۔[1]

۹۔ تخلیق: تخلیق کے معنی پیدا کرنا، یعنی اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوقات کو پیدا فرمانے والا ہے، مخلوقات کو پیدا فرمانے میں وہ کسی کا محتاج نہیں۔[2]

۱۰۔ اِحیا و اِماتت: اِحیا کے معنی زندہ کرنے اور اِماتت کے معنی موت دینے کے ہیں، یعنی زندگی دینا اور مار ڈالنا، اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار و ارادے سے ہوتا ہے، اس کے علاوہ کوئی زندگی یا موت دینے والا نہیں۔[3]

۱۱۔ رزّاق: اس کے معنی روزی دینے والی ذات، یعنی روزی دینے اور اس میں کمی بیشی کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، اس کے علاوہ کسی کے قبضہ واختیار میں روزی دینا یا کمی بیشی کرنا نہیں ہے۔[4]

---

[1] قال تعالىٰ: ﴿وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ﴾ (آل عمران: ٧) وقال الإمام الشعراني: اعلم أن من الأدب عدم تاويل آيات الصفات ووجوب الإيمان بها مع عدم الكيف (اليواقيت والجواهر، ص:١٠٥/٢) وقال في "الفقه الأكبر": وله يد ووجه ونفس كما ذكره الله تعالىٰ في القرآن، فما ذكره الله تعالىٰ في القرآن من ذكر الوجه واليد والنفس فهو له صفة بلا كيف، ولا يقال: إن يده قدرة أو نعمة؛ لأن فيه إبطال الصفة. (ص: ١٨٥)

[2] قال تعالىٰ: ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (المؤمن: ٦٢) وقال: ﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ (الأنعام: ١٠١) وقال: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آل عمران: ٩٧)

[3] قال تعالىٰ: ﴿قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۝﴾ (الجاثية: ٢٦) وقال: ﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملك: ٢)

[4] قال تعالىٰ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ۝﴾ (الذاريت: ٥٨)

دوسرا باب:

ملائکہ پر ایمان

سوال: فرشتے کون ہیں؟

جواب: فرشتے اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ مخلوق ہیں[۱] جو نور سے پیدا کیے گئے ہیں[۲] یہ کبھی بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے، جس کام میں لگا دیے گئے ہیں، اسی میں لگے رہتے ہیں[۳] یہ نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں[۴] نہ سوتے ہیں، یہ نہ مرد ہیں اور نہ عورت۔[۵]

ایک مؤمن کے لیے جس طرح بن دیکھے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ نورانی مخلوق فرشتوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔[۶]

سوال: کیا فرشتے انسانی شکل یا دوسری شکل میں آسکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ اپنی شکل کے علاوہ کسی دوسری شکل میں ظاہر ہوجائیں، چنانچہ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت

---

[۱] لقوله تعالیٰ: ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ○﴾ (الأنبياء: ٢٦)

[۲] عن عائشة رضي الله عنها عن النبي ﷺ قال: خلقت الملائكة من نور.

(مسلم، رقم: ٢٩٩٦، وأحمد: ٢/١٦٨)

[۳] قال تعالیٰ: ﴿لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ (التحريم: ٦)

[۴] قال تعالیٰ: ﴿هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ○﴾ ...... ﴿قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ﴾

(الذاريات: ٢٤، ٢٧)

[۵] قال تعالیٰ: ﴿فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ○ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ○ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ○﴾ (الصافات: ١٤٩-١٥١)

[۶] قال تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾ (النساء: ١٣٦) وقال تعالیٰ: ﴿كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ﴾ (البقرة: ٢٨٥)

مریم رضی اللہ عنہا اور حضرت لوط علیہ السلام کے قصوں میں مذکور ہے کہ فرشتے انسانی شکل میں ان کے پاس آئے تھے۔[۱]

سوال: فرشتوں کی تعداد کتنی ہے؟

جواب: فرشتوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں معلوم۔[۲]

سوال: کیا فرشتوں کے نام بھی ہیں؟

جواب: جی ہاں! فرشتوں کے نام بھی ہیں، چند نام اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بھی بتائے ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام[۳]

۲۔ حضرت میکائیل علیہ السلام[۴]

۳۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام[۵]

۴۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام[۶]

---

[۱] ﴿هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ O اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ O﴾ (الذاريات: ٢٤، ٢٥) وقال تعالىٰ: ﴿وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا﴾ (هود: ٧٧) وعن عمر بن الخطاب رضي الله عنه في حديث جبرئيل: إذ طلع علينا رجل شديد بياض الثياب، شديد سواد الشعر. (البخاری و مسلم)

[۲] قال تعالىٰ: ﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ﴾ (المدثر: ٣١)

[۳] قال تعالىٰ: ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ O﴾ (البقرة: ٩٨) [۴] ایضاً

[۵] اللّٰهم رب جبرئيل و ميكائيل وإسرافيل، فاطر السموات والأرض، عالم الغيب والشهادة! أنت تحكم بين عبادك. الحديث (أحمد: ٦/١٥٦)

[۶] أخرج ابن أبي الدنيا أبو الشيخ في العظمة عن أشعث بن أسلم قال: سأل إبراهيم عليه السلام ملك الموت، واسمه عزرائيل وله عينان في وجهه. (الحبائك للسيوطي: ١٢٣)

۵۔ حضرت مالک علیہ السلام [1]

۶۔ حضرت رضوان علیہ السلام [2]

۷۔ حضرات منکر نکیر علیہما السلام [3]

۸۔ ہاروت و ماروت علیہما السلام [4]

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذمہ کام لگا رکھے ہیں؟

جواب: جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بہت سے کام سپرد کیے ہیں،[5] مثلاً حضرت جبرئیل علیہ السلام کو (جو تمام فرشتوں کے سردار ہیں)،[6] اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کے پاس وحی لے جانے کی ذمہ داری سپرد فرمائی ہے،[7] اور اللہ کے حکم سے بندوں کی ضروریات پوری کرنا بھی انہی کے سپرد ہے،[8] اور حضرت میکائیل علیہ السلام بارش برسانے

---

[1] قال تعالیٰ: ﴿وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾ (الزخرف: ۷۷)

[2] عن ابن عباس ؓ قال: لما عير المشركون رسول الله ﷺ بالفاقة...... إذ عاد جبرئيل إلى حله، فقال: يا محمد! أبشر هذا رضوان خازن الجنة. (الحبائك: ٦٧)

[3] عن أبي هريرة ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: إذا أقبر الميت أتاه ملكان أسودان أزرقان، يقال لأحدهما: منكر، وللآخر: نكير. (الترمذي: كتاب الجنائز باب عذاب القبر، ص: ١٢٧/١)

[4] قال تعالیٰ: ﴿وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ﴾ (البقرة: ١٠٢)

[5] قال تعالیٰ: ﴿فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًاO﴾ (الذاريات: ٤)

[6] عن ابن عباس ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: ألا أخبركم بأفضل الملٰئكة جبرئيل؟ (كنز العمال، رقم: ١٢/٣٥٣٤٣، والدر المنثور: ١/٩٢)

[7] قال تعالیٰ: ﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا﴾ (الحج: ٧٥) وقال: ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍO﴾ (الحاقة: ٤٠، التكوير: ١٩) قال الإمام السيوطي تحت هذه الأية: وصف الله تعالىٰ جبرئيل بستة من صفات الكمال، أحدها: كونه رسولا من عند الله. (الحبائك: ٢٢١)

[8] عن جابر بن عبد الله ؓ عن النبي ﷺ قال: إن جبرئيل موكل بحاجات العباد. (الدر المنثور: ١/٩٢ و البيهقي في شعب الإيمان)

اور سبزہ لگانے پر مامور ہیں[1] اور حضرت اسرافیل علیہ السلام قیامت کے دن صور پھونکیں گے[2] جب کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے پر مامور ہیں[3] اسی طرح جنّت اور جہنّم کی دربانی پر بھی فرشتے مقرر ہیں[4] اللہ تعالیٰ نے انسان کی حفاظت پر بھی کچھ فرشتوں کو مامور فرمایا ہے جو ”حَفَظَة“ کہلاتے ہیں[5] اور بعض فرشتے انسان کے نامہائے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں، جن کو ”کراماً کاتبین“ کہا جاتا ہے[6] پھر کچھ فرشتے عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں[7]

---

[1] حديث جابر بن عبد الله المذكور سابقا.

[2] عن أبي سعيد ﷺ قال: قال رسول اللهﷺ: إسرافيل صاحب الصور. (الدر المنثور: ١/٩٤ و أحمد: ١٠/٣)

[3] قال تعالى: ﴿قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ﴾ (الم السجدة: ١١) وعن زيد بن ثابت ﷺ قال: قال رسول اللهﷺ: وما من أهل بيت إلا وملك الموت يتعاهدهم في كل يوم مرتين، فمن وجده قد انقضى أجله قبض روحه. (كنز العمال، رقم: ٤٢١٣٣)

[4] قال تعالى: ﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ O﴾ (الزمر: ٧٣) وقال تعالى: ﴿وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً﴾ (المدثر: ٣١)

[5] قال تعالى: ﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ O﴾ (الانفطار: ١٠) وقال تعالى: ﴿وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً﴾ (الأنعام: ٦١)

[6] وقال تعالى: ﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَO كِرَامًا كَاتِبِيْنَO﴾ (الانفطار: ١٠-١١)

[7] قال تعالى: ﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ (المؤمن: ٧) وقال تعالى: ﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ﴾ (الحاقة: ١٧)

تیسرا باب:

آسمانی کتابیں

سوال: آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: جس طرح اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسولوں پر اور فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح ان تمام کتابوں پر بھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں پر نازل فرمائی ہیں، یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ یہ کتابیں بھی سچّی ہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص ان آسمانی کتابوں پر یا ان میں سے کسی ایک پر ایمان نہ لائے گا، تو کافر ہو جائے گا۔[1]

سوال: کون کون سی کتابیں کن کن پیغمبروں پر اُتاری گئیں؟

جواب: حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک اللہ تعالیٰ نے بہت سی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے ہیں، جیسے تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داود علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور قرآنِ کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔[2] اس کے علاوہ اور بہت سی چھوٹی چھوٹی کتابیں انبیا پر اُتاری گئیں، جنہیں ''صحیفے'' کہا جاتا ہے، مثلاً دس صحیفے حضرت آدم علیہ السلام پر، پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر، تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس یا تیس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر۔[3]

---

[1] **قال تعالیٰ:** ﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ﴾ **(البقرة: ١٣٦)** **وقال:** ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ **(البقرة: ٤)**

[2] **قال تعالیٰ:** ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ﴾ **(المائدة: ٤٤)** **وقال:** ﴿وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا﴾ **(النساء: ١٦٣)** **وقال:** ﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ﴾ **(المائدة: ٤٦)** **وقال:** ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ﴾ **(المائدة: ٤٨)**

[3] **قال تعالیٰ:** ﴿اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰىO صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰىO﴾ **(الأعلى: ١٨-١٩)**

سوال: کیا یہ کتابیں (تورات، زبور اور انجیل وغیرہ) تاحال اپنی اصلی تعلیمات کے ساتھ موجود ہیں؟

جواب: چونکہ قرآنِ کریم کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے کسی اور کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی، اس لیے یہ کتابیں تحریف سے محفوظ نہ رہ سکیں، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں نے ان میں اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق تحریف کرڈالی، اس لیے ہمارا عقیدہ ان کتب کے بارے میں یہ ہونا چاہیے کہ یہ کتابیں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا پر نازل فرمائی تھیں، بعد کے زمانے میں ان میں تحریف ہوگئی، اور قرآنِ کریم کے نازل ہونے کے بعد ان کتب کی پیروی جائز نہیں۔[1]

سوال: آسمانی کتابوں کی ضرورت پر روشنی ڈالیں۔

جواب: دنیا میں یہ قاعدہ اور طریقہ ہے کہ کسی بھی حکومت کا انتظام چلانے کے لیے کچھ دستور اور قانون بنائے جاتے ہیں، جیسے: جرائم پر سزا کا قانون، فوج داری اور عائلی قانون، تجارت اور معیشت کے قانون۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی جو بادشاہوں کا بادشاہ اور احکم الحاکمین ہے، اور تمام عالم ان کی مخلوق ومملوک ہے، اپنے بندوں کے لیے ایسے قوانین اور ضابطے بھیجنے کی ضرورت تھی، جن کی پیروی کرکے بندے اپنے خالق و مالک کی اطاعت وفرماں برداری بجالاسکیں، چنانچہ قوانینِ الٰہی حضرات انبیائے کرام کے واسطہ سے، وقتاً فوقتاً امتوں پر، بصورت کتاب یا بصورت صحیفے اُتارے جاتے رہے، جن پر سب کو عمل کرنا واجب تھا[2] یہاں تک کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ پر آخری کتاب قرآنِ کریم اتاری گئی۔

---

[1] قال تعالیٰ: ﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهِ﴾ (المائدة: ۱۳) وقال تعالیٰ: ﴿فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ﴾ (المائدة: ۴۸)

[2] قال تعالیٰ: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (المائدة: ۴۴)

سوال: قرآنِ کریم کے بارے میں اسلامی عقیدہ کیا ہے؟

جواب: قرآنِ کریم کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے،[۱] جو اس نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے[۲] تیئس برس میں تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا،[۳] قرآنِ کریم ایسا معجزہ ہے کہ جس کی نظیر قیامت تک کوئی نہیں بنا سکتا،[۴] قرآنِ کریم نے پہلی تمام آسمانی کتابوں کے اَحکام منسوخ کردیے ہیں، قرآنِ کریم قیامت تک کے انسانوں کے لیے راہِ ہدایت، دستورالعمل اور ضابطۂ حیات ہے،[۵] قرآنِ کریم میں بہت سے احکام اجمالاً یا تفصیلاً بیان کیے گئے ہیں، پھر ان کی تشریح رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول وعمل (حدیث وسنت) سے فرمائی ہے، اور قرآنِ کریم کے علاوہ بھی آپ نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق اَحکام بتائے ہیں، ان سب کو ماننا اور ان سب پر عمل کرنا لازم ہے۔[۶]

---

۱ وقال تعالىٰ: ﴿وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ﴾ (التوبة: ٦) وقال تعالىٰ: ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ﴾ (الفتح: ١٥)

۲ قال تعالىٰ: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ○﴾ (الشعراء: ١٩٣) وقال تعالىٰ: ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ○﴾ (التكوير: ١٩)

۳ قال تعالىٰ: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ﴾ (الفرقان: ٣٢) وقال تعالىٰ: ﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا○﴾ (بني إسرائيل: ١٠٦) وقال ابن كثير في سورة القدر: قال ابن عباس ﷺ وغيره: أنزل اللّٰه القرآن جملة واحدة من اللوح المحفوظ إلى بيت العزة من السماء الدنيا، ثم نزل مفصلا بحسب الوقائع في ثلاث وعشرين سنة على رسول اللّٰه ﷺ. (تفسير ابن كثير: ٣/٥٢٩)

۴ قال تعالىٰ: ﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا○﴾ (بني إسرائيل: ٨٨)

۵ قال تعالىٰ: ﴿وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○﴾ (القلم: ٥٢) وقال تعالىٰ: ﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (الأعراف: ٣)

۶ قال تعالىٰ: ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (النحل: ٤٤) =

قرآنِ کریم میں قیامت تک تحریف نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔[۱] یہی وجہ ہے کہ چودہ سو سال گذرنے کے باوجود قرآنِ کریم اسی طرح موجود ہے، جس طرح حضور پاک ﷺ پر نازل ہوا تھا، اس کے زبر، زیر اور پیش تک میں نہ کوئی تبدیلی ہوئی ہے اور نہ ہوگی، اسی لیے اس کی کسی سورت، آیت اور لفظ بلکہ حرف تک کا انکار کرنا کفر ہے۔

سوال: آپ بتا رہے ہیں کہ قرآنِ کریم تئیس برس میں اترا، جب کہ ہم نے پڑھا ہے کہ قرآنِ کریم شبِ قدر میں نازل کیا گیا ہے۔

جواب: یہ دونوں باتیں صحیح ہیں، تفصیل اس کی یہ ہے کہ قرآنِ کریم لوحِ محفوظ سے پہلے آسمان پر پورا کا پورا بیک وقت، رمضان المبارک کی ایک رات، شبِ قدر میں نازل ہوا، اسی کو قرآنِ کریم میں فرمایا: ﴿اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۝﴾[۲] پھر اس کے بعد پہلے آسمان سے دنیا میں حضرت محمد ﷺ پر تھوڑا تھوڑا حسب ضرورت تئیس سال میں نازل ہوا۔[۳]

سوال: کیا قرآنِ کریم اسی ترتیب سے ہمارے نبی پاک ﷺ پر نازل ہوا تھا، جس ترتیب سے آج موجود ہے؟

جواب: قرآنِ کریم کے اترنے کی ترتیب جدا تھی اور لکھنے کی ترتیب جدا، اُترنے کی

= وقال تعالیٰ: ﴿هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۝﴾ (الجمعة: ۲) وقال تعالیٰ: ﴿وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ۝ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ۝﴾ (النجم: ۳،۴)

[۱] القدر: ۱

[۲] قال تعالیٰ: ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝﴾ (الحجر: ۹)

[۳] قال تعالیٰ: ﴿وَقُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰهُ لِتَقۡرَاَهٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکۡثٍ وَّنَزَّلۡنٰهُ تَنۡزِیۡلًا ۝﴾ (بني إسرائیل: ۱۰۶)

ترتیب وہ نہیں جو آج ہے، اور قرآنِ کریم کی موجودہ ترتیب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، چنانچہ جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیتے کہ اس آیت یا سورت کو فلاں آیت یا سورت کے بعد لکھ دیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی ترتیب کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لکھوا دیتے۔[1] اس طرح قرآنِ کریم کی موجودہ ترتیب سامنے آئی، اور یہ وہی ترتیب ہے، جس ترتیب سے قرآنِ کریم لوحِ محفوظ میں موجود ہے۔

---

[1] عن عثمان بن أبي العاص رضي الله عنه قال: كنت عند رسول الله ﷺ جالسا إذ شخص ببصره ..... فقال: أتاني جبرئيل، فأمرني أن أضع هذه الآية بهذا الموضع من هذه السورة: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝﴾ (أحمد: ٢١٨ : ٤) (النحل: ٩٠)

چوتھا باب:

انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان

سوال: نبوت یا رسالت کسے کہتے ہیں؟

جواب: یہ بات تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ سب حاکموں کا حاکم اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے، اور یہ بھی جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں بندوں کے لیے اپنے احکام پہنچانے کے لیے کچھ خاص لوگوں کو منتخب فرمایا[1] ان خاص لوگوں کو جو احکامِ الٰہی بندوں تک پہنچانے کی ذمہ داری دی گئی، یہ ذمہ داری نبوت اور رسالت کہلاتی ہے اور یہ خاص بندے نبی اور رسول کہلاتے ہیں۔ چونکہ رسول اور نبی اللہ کے خاص اور مقرب بندے ہوتے ہیں، اس لیے ان پر ایمان لانا، ان کی تعظیم اور اطاعت کرنا فرض ہے اور ان کا انکار یا توہین کرنا کفر ہے۔[2]

سوال: نبی اور رسول میں کوئی فرق ہے، یا دونوں ایک ہیں؟

جواب: جی ہاں! نبی اور رسول میں فرق ہے، چنانچہ نبی اس مقدس و معصوم ہستی کا نام ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام بندوں کے پاس پہنچانے کے لیے بھیجا ہو، چاہے اس

---

[1] قال تعالی: ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا○﴾ (النساء: ١٦٥) وقال: ﴿رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى﴾ (طٰهٰ: ١٣٤)

[2] قال تعالی: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○﴾ (البقرة: ١٠٤) وقال: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○﴾ (الحجرات: ٢) وقال: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (النساء: ٦٤)

پر کوئی کتاب نازل ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، جب کہ رسول اس محترم اور معصوم ہستی کو کہا جاتا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام بندوں کے پاس پہنچانے کے لیے بھیجا ہو اور اس پر کوئی کتاب بھی نازل ہوئی ہو۔[1]

سوال: انبیائے کرام کے بارے میں اسلامی عقیدہ کیا ہے؟

جواب: ہر مومن کے لیے ضروری ہے کہ اجمالاً تمام انبیائے کرام پر ایمان لائے،[2] اور ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ

۱۔ انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے مقرب و محترم بندے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے لیے منتخب فرمایا ہے۔[3]

۲۔ تمام انبیائے کرام صدق، امانت اور علم و حکمت میں تمام مخلوقات سے بلند و برتر ہیں۔[4]

۳۔ تمام انبیائے کرام ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں، خصوصاً کفر و شرک سے معصوم ہیں اور ان چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے ان کی نبوت ملنے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی

---

[1] قال الشيخ الملا علي القاري: وظاهر كلام الإمام ترادف النبي و الرسول كما اختاره ابن الهمام، إلا أن الجمهور على ما قدمنا من أن الرسول أخص من النبي في تحقيق المرام.

(شرح الفقه الأكبر: ۱۱)

[2] قال تعالىٰ: ﴿كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ﴾ (البقرة: ۲۸۵) وقال في "شرح الفقه الأكبر": ورسله أي جميع أنبيائه أعم من أنه أمر بتبليغ الرسالة أم لا..... ولا نعين عددا لئلا يدخل فيهم من ليس منهم أو يخرج منهم من هو منهم.

(شرح الفقه الأكبر: ۱۱)

[3] قال تعالى: ﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ﴾ (الحج: ۷۵)

[4] قال تعالى: ﴿هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ (يٰس: ۵۲) وقال تعالى: ﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌO﴾ (الشعراء: ۱۰۷) وقال: ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ﴾

(الأنعام: ۸۹)

حفاظت فرمائی ہے،[۱] اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نبوت اور رسالت ایسا جلیل القدر منصب ہے کہ جس سے تمام انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی وابستہ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی امت کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے نبی کی ہر قول و فعل میں پیروی کریں،[۲] ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ اور ناپسندیدہ بات کی پیروی کا حکم نہیں دیتے،[۳] اس لیے ضروری ہے کہ تمام انبیائے کرام گناہوں سے معصوم اور پاک ہوں۔

۴۔ تمام انبیائے کرام بشر اور پاک ترین انسان ہیں، ان کی ہستیاں فرشتوں سے علیحدہ ہیں، چونکہ وہ بشر تھے، اس لیے بشری تقاضے بھی پورے کرتے تھے، ان کی بیویاں اور اولاد بھی تھیں اور وہ کھاتے پیتے اور سوتے بھی تھے۔[۴]

۵۔ جس طرح تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر اور ان پر نازل کردہ کتب پر اور معجزات پر اجمالاً ایمان لانا فرض ہے، اسی طرح اس بات پر ایمان رکھنا بھی لازم ہے کہ تمام انبیائے کرام نے فریضۂ تبلیغ و دعوت بحسن و خوبی مکمّل طور پر انجام دیا ہے اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔[۵]

---

[۱] قال الملا علي القاري: والأنبياء كلهم أي جميعهم..... منزهون أي معصومون عن الصغائر والكبائر أي من جميع المعاصي والكفر..... والقبائح..... ثم هذه العصمة ثابتة للانبياء قبل النبوة وبعدها على الأصح. (شرح الفقة الأكبر: ٥٤، ٥٥)

[۲] قال تعالىٰ: ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ﴾ (النساء: ٦٤)

[۳] قال تعالىٰ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ﴾ (الأعراف: ٢٨)

[۴] قال تعالىٰ: ﴿وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِكَ وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ اَزۡوَاجًا وَّذُرِّيَّةً﴾ (الرعد: ٣٨) وقال تعالىٰ: ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّآ اِنَّهُمۡ لَيَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَيَمۡشُوۡنَ فِى الۡاَسۡوَاقِ﴾ (الفرقان: ٢٠)

[۵] قال تعالىٰ: ﴿الَّذِيۡنَ يُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخۡشَوۡنَهٗ وَلَا يَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ﴾ (الأحزاب: ٣٩)

سوال: اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں کتنے پیغمبر مبعوث فرمائے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی پاک ﷺ تک بہت سے پیغمبر اس دنیا میں بھیجے ہیں، جن میں سے بعض کا تذکرہ قرآنِ کریم اور احادیثِ شریفہ میں بھی ہے[۱] اور بعض روایات میں اگرچہ تمام انبیائے کرام کی تعداد سوا لاکھ اور بعض میں سوا دو لاکھ آئی ہے، مگر بہتر یہی ہے کہ انبیائے کرام کی صحیح تعداد کا علم اللہ تعالیٰ کے حوالہ کردیا جائے اور اجمالاً تمام انبیائے کرام پر ایمان رکھا جائے۔[۲]

خاتم المرسلین ﷺ

سوال: نبی کریم ﷺ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا ضروری ہے؟

جواب: آنحضرت ﷺ کے بارے میں ہر مؤمن کے مندرجہ ذیل عقائد ہونا ضروری ہیں:

۱۔ آپ سید الانبیاء والمرسلین ہیں، آپ کی رسالت پر ایمان لائے اور نبوت کی گواہی دیے بغیر کسی شخص کا ایمان درست نہیں ہوسکتا۔

۲۔ قیامت کے دن کی ہولناکی سے جب ساری خلقت ہیبت زدہ ہوگی اور انبیائے کرام کے پاس شفاعت کرنے کی درخواست لے کر جائے گی، تو سب انبیائے کرام معذرت کرلیں گے، تو آپ شفاعت فرمائیں گے، جسکے بعد لوگوں کا حساب کتاب شروع ہوگا۔

۳۔ آپ کی امت تمام امتوں سے پہلے جنّت میں جائے گی۔

---

۱ قال تعالیٰ: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ (المؤمن: ٧٨)

۲ قال الملا علي القاري: وقد ورد أنه ﷺ سئل عن عدد الأنبياء، فقال: مائة ألف وأربعة وعشرون ألفا، وفي رواية: مائتا ألف وأربعة وعشرون ألفا، إلا أن الأولى أن لا يقتصر على عدد فيهم. (شرح الفقه الأكبر: ٥٣)

۴۔ قیامت کے دن **لواء الحمد** آپ کے دست مبارک میں ہوگا۔

۵۔ آپ ہی مقامِ محمود اور حوضِ کوثر سے نوازے جائیں گے۔

۶۔ افضل الخلائق: آنحضرت ﷺ تمام مخلوقات میں افضل ترین اور اللہ کے محبوب ومقبول ترین بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ قابلِ احترام ہیں، افضلیت میں کوئی فردِ مخلوق آپ کے برابر تو کیا قریب بھی نہیں۔[1]

۷۔ رسالت کا عام ہونا: آنحضرت ﷺ قیامت تک کے آنے والے تمام لوگوں کے لیے اور ہر زمانے کے لیے رسول ہیں۔[2]

۸۔ ختم نبوت: اللہ تعالیٰ نے آپ کو قیامت تک آنے والے تمام انسان وجنات کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے[3] اور انبیا ومرسلین کا سلسلہ آپ کی نبوت پر ختم فرما دیا ہے، چنانچہ آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا، قرآنِ کریم میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾[4]

یعنی لیکن محمد ﷺ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

---

[1] عن ابن عباس رضي الله عنه قال: إن اللّٰه فضل محمدا ﷺ على الأنبياء وعلى أهل السماء. (الدارمي: ٤٦) وعن أنس رضي الله عنه قال: قال النبي ﷺ: أنا سيد ولد آدم يوم القيامة، ولا فخر. (مسلم، رقم: ٢٢٧٨ والترمذي، رقم: ٣١٦٠) وعن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: إن اللّٰه اتخذني خليلا كما اتخذ إبراهيم خليلا. (ابن ماجه) وقال تعالى: ﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝﴾ (القلم: ٤) قال المفسر الرازي: فلما أمر محمد ﷺ بأن يقتدى بالكل فكأنه أمر بمجموع ما كان متفرقا فيهم، ولما كان ذلك درجة عالية لم تتيسر لأحد من الأنبياء قبله، لا جرم وصف الله خلته بأنه عظيم. (التفسير الكبير: ٣٠: ٨٠)

[2] قال تعالى: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (السبأ: ٢٨) وقال تعالى: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (الأعراف: ١٥٨)

[3] قال تعالى: ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ﴾ (الأنعام: ١٣٠) [4] الاحزاب: ٤٠

لہٰذا اس آیت کریمہ کی رو سے جو شخص بھی ختم نبوت کا انکار کرے گا، کافر ہو جائے گا۔
آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بہت سے نبوت کے جھوٹے دعویدار پیدا ہوئے، جیسے مسیلمہ کذاب اور غلام احمد قادیانی (لعنة الله عليهم) جو خود بھی گمراہ ہوئے اور اپنے ساتھ لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔

۹۔ رحمت و ہدایت: اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت اور باعث ہدایت بنا کر بھیجا ہے۔[۱]

۱۰۔ وجوبِ اطاعت: آپ کی اطاعت ہر شخص پر فرض ہے، آپ کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور آپ کی نافرمانی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔[۲]

۱۱۔ محبّت: اپنے ماں باپ، آل اولاد، بھائی بند اور مال و دولت وغیرہ سب کے مقابلہ میں، سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ سے (عقلی) محبّت ہونا ایمان کا تقاضا ہے۔[۳]

۱۲۔ درود کی کثرت: آنحضرت ﷺ پر کثرت سے درود شریف بھیجنا مستحب اور نہایت عظیم عبادت ہے۔[۴]

---

[۱] قال تعالٰی: ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۝﴾ (الأنبياء: ١٠٧)

[۲] قال تعالٰی: ﴿مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء: ٨٠) وقال تعالٰی: ﴿وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ﴾ (النساء: ١٤)

[۳] قال تعالٰی: ﴿قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ وَاِخۡوَانُكُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ وَعَشِيۡرَتُكُمۡ وَاَمۡوَالُ ۨاقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَتِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَآ اَحَبَّ اِلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَجِهَادٍ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ﴾ (التوبة: ٢٤) وقال تعالٰی: ﴿اَلنَّبِىُّ اَوۡلٰى بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ﴾ (الأحزاب: ٦)

[۴] قال تعالٰی: ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا۝﴾ (الأحزاب: ٥٦)

۱۴۔ بشریت: آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے، کامل ترین انسان اور پاک ترین بشر ہیں، آپ فرشتے یا نور نہیں ہیں، بلکہ دیگر اولادِ آدم کی طرح آپ بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔[1]

کچھ لوگ اہلِ سنت والجماعت کے اس عقیدے کے برخلاف، آنحضرت ﷺ کو ذات کے اعتبار سے بشر یعنی انسان کے بجائے (معاذ اللہ تعالیٰ) نور مانتے ہیں، ان کا یہ عقیدہ قرآن وسنت دونوں کے خلاف ہے، چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشادِ خداوندی ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾[2]

یعنی (اے محمد ﷺ) آپ فرما دیجیے کہ میں تمہارا جیسا انسان ہی ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے۔

ایک حدیثِ صحیح میں سجدۂ سہو کے ذیل میں ارشاد نبوی ہے کہ

إنما أنا بشر مثلكم أنسى كما تنسون.[3]

یعنی میں تو تمہاری طرح ہی انسان ہوں، جس طرح تم بھولتے ہو مجھ سے بھی بھول ہوتی ہے۔

لہٰذا قرآن وحدیث سے ثابت ہوا کہ ہمارے نبی پاک ﷺ کامل ترین انسان اور پاک ترین بشر ہیں، اور اعلیٰ ترین منصب یعنی منصب نبوت ورسالت پر فائز ہیں، آپ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ نور سے پیدا ہوئے، یعنی آپ بشر نہ تھے، جاہلانہ بات ہے، یہی عقیدہ رکھنے والے آپ کو نور قرار دے کر یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں آپ کا کمال ہے، لیکن اگر معمولی غور کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ کا جسمانی طور پر بشر ہونا ہی انتہائی کمال ہے۔

---

[1] قال تعالى: ﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا﴾ (الأنعام: ۹)

[2] الكهف: ۱۱۰

[3] رواه البخاري في كتاب الصلاة، رقم: ۴۰۱، ۱/۱۴۸

۱۴۔ معراج: ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک ﷺ کو جاگتے میں، جسمِ اطہر کے ساتھ، مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ اور پھر مسجدِ اقصیٰ سے ساتوں آسمان کی سیر کرائی اور رات ہی میں آپ واپس مکّہ مکرمہ تشریف لے آئے۔[۱] آپ نے یہ سیر جنّت کی ایک سواری ''بُراق'' پر فرمائی، جس کا قدم وہاں پڑتا تھا جہاں نظر پڑتی تھی۔[۲]

۱۵۔ حیات النّبی: اہلِ سنت والجماعت کا اجماعی اور متفقہ عقیدہ ہے کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ اپنی قبرِ مبارک میں زندہ ہیں، آپ کی یہ حیات دنیا جیسی ہے (برزخی حیات نہیں ہے، جو تمام انسانوں کو قبر میں حاصل ہوتی ہے) تاہم اس زندگی میں آپ مکلّف نہیں ہیں، ہمارا یہی عقیدہ تمام انبیا علیہم السلام اور شہدا کے بارے میں بھی ہے۔[۳] تاہم اسی کے

---

[۱] قال تعالیٰ: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ﴾ (بني إسرائيل: ۱)

[۲] كما رواه البخاري في باب حديث المعراج عن مالك بن صعصعة. (رقم: ۳۸۷)

[۳] لقوله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝﴾ (البقرة: ۱۵۴) قال الإمام القرطبي في تفسير هذه الآية: وإذا كان هذا في الشهداء فالأنبياء أحق وأولى بذلك، ونصوص العلماء في حياة الأنبياء كثيرة. (التذكرة للقرطبي في بيان حديث ''صعصعة'') ومثله قال الإمام السيوطي في ''أنباء الأذكياء في حياة الأنبياء.'' (ص: ۱۲)

وأما الأدلة من الأحاديث: فما روي عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۸/۲۱۱، باب ذكر الأنبياء) وروي عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائيا أبلغته، رواه البيهقي في ''شعب الإيمان''. (مشكاة المصابيح: ۹۳۴، شعب الإيمان للبيهقي، رقم: ۱۵۸۳، ۲/۲۱۸) وروي عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ليهبطن عيسى بن مريم إماما مقسطا..... وليأتين قبري حتى يسلم علي ولأردن عليه. (الجامع الصغير، رقم: ۷۷۴۲) وقد ألف الإمام أبو بكر أحمد البيهقي رسالة على حياة الأنبياء وأثبت فيها حياتهم بإيراد تسعة عشر أحاديث، من شاء فليراجع ثمه. =

ساتھ یہ اعتقاد بھی لازم ہے کہ تمام انبیائے کرام، بشمول نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ پر اس دنیا میں موت بھی آئی ہے، اور تمام حضرات نے موت کا ذائقہ چکھا ہے۔[1]

۱۶۔ علم الأولین والآخرین:[2] حضرت سیدنا رسول اللہ ﷺ کو تمام مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے تھے، مخلوق میں سے کوئی بھی ان علوم تک نہیں پہنچ سکتا،[3] تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کو ہر زمانے میں پیش آنے والے ہر ہر واقعہ کی اطلاع بھی ہو، کیونکہ کسی واقعہ کا آپ کے مشاہدے سے غائب ہونا، آپ کی علمی وسعت اور علمی افضیلت میں نقصان پیدا نہیں کرتا، جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے وہ بات مخفی رہی، جس سے

= وأما الدليل على اتفاق أهل السنة: قال الأستاذ أبو منصور البغدادي: قال المتكلمون المحققون من أصحابنا: إن نبينا ﷺ حي بعد وفاته. (نيل الأوطار: ۵/۱۰۱) وقال الإمام أبو القاسم القشيري: "فأما ما حكي عنه وعن أصحابنا يقولون: إن محمدا ﷺ ليس بنبي في قبره ولا رسول بعد موته" فبهتان عظيم وكذب محض، لم ينطق به منهم أحد، ولا سمع في مجلس مناظرة ذلك عنهم، ولا وجد في كتاب لهم، وكيف يصح ذلك وعندهم محمد ﷺ حي في قبره! (الرسائل القشيرية، ص: ۱۰ رسالة ترتيب السلوك) وقد ذكر الإمام السيوطي أقوال العلماء في كتابه "أنباء الأذكياء" حتى قال: ونصوص العلماء في حياة الأنبياء كثيرة. (ص: ۱۴)

[1] لقوله تعالىٰ: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ (آل عمران: ۱۸۵) وقال تعالىٰ: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُم مَّيِّتُوْنَ﴾ (الزمر: ۳۰) فلا تعارض بين العقيدة المذكورة والآيتين.

[2] قال الإمام الشعراني في "اليواقيت والجواهر": ويؤيد ذلك قوله ﷺ في حديث: وضع الله تعالىٰ يده بين ثديي – أي كما يليق بجلاله – فعلمت علم الأولين والآخرين. (۲/۲۱)

[3] عن ابن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: أتاني ربي عزوجل الليلة في أحسن صورة أحسبه، يعني في النوم..... فوضع يده بين كتفي حتى وجدت بردها بين ثديي، أو قال: نحري، فعلمت ما في السموات وما في الأرض. (أحمد: ۱/۳۶۸، الترمذي، رقم: ۳۲۴۷، كنز العمال، رقم: ۴۴۳۲۱) وروى البخاري عن عائشة رضي الله عنها قول النبي ﷺ: إن أتقاكم وأعلمكم بالله أنا. (رقم: ۲۰)

ہدہد کو آگاہی حاصل ہوئی، مگر اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی افضلیت اور زیادہ علم والا ہونے میں کوئی نقصان نہیں آیا۔

۱۷۔آپ کے صحابہ کی فضیلت: آپ کی امت تمام امتوں سے بہتر اور آپ کے صحابہ کرام تمام انبیائے کرام کے اصحاب سے افضل ہیں، آپ کی امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر علی الترتیب حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کے سب سے زیادہ حق دار تھے، کیوں کہ امت میں وہ سب سے افضل تھے اور آپ کے بعد بالترتیب حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلافت کے حق دار تھے۔

نیز ازواج مطہرات کے لیے جو پوری امت کی مائیں اور ہر عیب سے پاک وصاف ہیں، اللہ کی رضا اور خوشنودی کی دعائیں کرنا ہر مسلمان پر ان کا حق ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) ازواج مطہرات میں سب سے افضل حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

اور ہم تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبّت اور عقیدت کو ایمان کا تقاضا سمجھتے ہوئے ان کی اچھائیاں بیان کرنا اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے رحمت اور بخشش کی دعائیں کرنا ایمان کا خاصہ سمجھتے ہیں، اور ان کی شان میں گستاخی کرنا یا نازیبا بات زبان سے نکالنا گمراہی قرار دیتے ہیں۔

صحابہ کرام کے درمیان جو اختلافات پیش آئے ان کے بارے میں خاموشی اختیار کرنا ہی سلامتی کا راستہ ہے اور ان اختلافات میں بحث و فیصلہ کرنا ایمان کی سلامتی کے لیے نہایت خطرناک ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہم مسلم خلفا میں سے مانتے ہیں اور ان کے فضائل ومناقب کے معترف ہیں، اور ساتھ ہی ہم ان کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ پیش آنے والے اختلاف میں ان کی رائے کو اجتہادی خطا پر محمول کرتے ہوئے ان کی فضیلت اور مناقب کا عقیدہ رکھتے ہیں۔[1]

سوال: کیا حضور اکرم ﷺ کو علم غیب بھی تھا؟

جواب: علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کی صفتِ کمال ہے، یہ صفت کسی مخلوق کو حاصل نہیں، اگر کوئی شخص (بلا تاویل) یہ صفت کسی مخلوق کے لیے مانے گا، تو وہ مشرک اور کافر ہوجائے گا۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے: ﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾[2]

یعنی آسمان وزمین کی پوشیدہ باتوں کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے۔

نیز ارشاد ہے: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾[3]

یعنی پوشیدہ باتوں کا علم سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے: ﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ﴾[4]

---

[1] قال الله تعالى: ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (التوبة: ١٠٠)
وعن ابن مسعود رضي الله عنه: أولائك أصحاب محمد ﷺ كانوا أفضل هذه الأمة، أبرها قلوباً، وأعمقها علما، وأقلها تكلفا، اختارهم الله لصحبة نبيه ولإقامة دينه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم على إثرهم وتمسكوا بما استطعتم من أخلاقهم وسيرهم، فإنهم كانوا على الهدى المستقيم.
(مشكاة: باب الاعتصام بالكتاب)

[2] قال تعالىٰ: ﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌO﴾ (النحل: ٧٧)

[3] قال تعالىٰ: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا﴾ (الأنعام: ٥٩) [4] الأنعام: ٥٠

یعنی اے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں یا یہ کہ میں غیب دان ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ﴾[1]

یعنی اگر میں غیب دان ہوتا، تو بہت سے فائدے حاصل کر لیتا اور مجھ کو کوئی نقصان نہ پہنچتا۔

ان تمام آیات سے معلوم ہو گیا کہ عالم الغیب ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، یہ صفت کسی مخلوق کو حاصل نہیں۔

چنانچہ حضور اقدس ﷺ بھی عالم الغیب نہیں تھے، کیونکہ عالم الغیب وہ ہوتا ہے جو بغیر کسی کے خبر دیے، غیب کی ساری باتیں جانتا ہو اور اس کا یہ علم ذاتی ہو، آنحضرت ﷺ نے جو امت کو بعض غیب کی باتیں بتائی ہیں، ان کی خبر آپ کو اللہ تعالیٰ نے دی تھی اور ہر غیب کا آپ کو علم نہ تھا،[2] جیسا کہ کثیر تعداد میں اس کے واقعات احادیث شریفہ میں موجود ہیں، ان میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگائے جانے کا قصّہ بھی ہے، اس لیے آنحضرت ﷺ کے لیے عالم الغیب کا لقب استعمال کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں شرک کا شبہ ہے۔

---

[1] الأعراف:۱۸۸

[2] قال تعالى: ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا. اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ (الجن:۲۶، ۲۷) وقال الملا علي القاري في "شرح الفقه الأكبر": ثم اعلم أن الأنبياء لم يعلموا المغيبات من الأشياء إلا ما علمهم الله تعالى أحيانا، وذكر الحنيفة تصريحًا بالتكفير باعتقاد أن النبي ﷺ يعلم الغيب؛ لمعارضة قوله تعالى: ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝﴾ (النمل: ٦٥) وقال في "المهند على المفند": لا يجوز هذا الإطلاق – أعني إطلاق عالم الغيب – وإن كان بتأويل؛ لكونه موهما. (ص:۲٤۳)

معجزے

سوال: معجزہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: کسی نبی یا رسول کے ہاتھوں (نبوت کے برحق ہونے کو ثابت کرنے کے لیے) ظاہر ہونے والی وہ عجیب وغریب بات جو عام معمول کے خلاف اور ظاہری اسباب کے بغیر ہو، اس کو معجزہ کہتے ہیں۔[1]

سوال: کیا تمام پیغمبروں کو معجزے دیے گئے ہیں؟

جواب: جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبر کو بھی دنیا میں رسول بنا کر بھیجا، اس کو معجزے بھی دیے، تاکہ لوگوں کے سامنے ان کا پیغمبر ہونا واضح طور پر ثابت ہو جائے،[2] چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا ٹھنڈا ہونا،[3] حضرت صالح علیہ السلام کے لیے حاملہ اونٹنی کا پہاڑ میں سے پیدا ہونا،[4] حضرت داود علیہ السلام کے لیے لوہے کا موم کی طرح نرم ہونا،[5] حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جنات اور ہواؤں کا تابعدار ہونا،[6] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے

---

[1] قال الملا علي القاري: إن المعجزة أمر خارق للعادة، كإحياء ميت وإعدام جبل، على وفق التحدي، وهو دعوى الرسالة. (شرح الفقه الأكبر، ص: ٦٩)

[2] قال تعالى: ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ﴾ (الحديد: ٢٥)

[3] قال تعالى: ﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾ (الأنبياء: ٦٩)

[4] قال تعالى: ﴿وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً﴾ (الأعراف: ٧٣)

[5] قال تعالى: ﴿وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ. اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ﴾ (السبأ: ١٠، ١١)

[6] قال تعالى: ﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ﴾ (السبأ: ١٢)

لکڑی کا اژدھا بن جانا اور بغل میں دستِ مبارک دے کر باہر نکالنے سے ہاتھ کا چمک دار ہونا،[1] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بحکمِ الٰہی مُردوں کو زندہ کرنا، اور مادر زاد نابینا کی بینائی بحکمِ الٰہی دستِ مبارک پھیر کر لوٹا دینا،[2] وغیرہ وغیرہ۔

سوال: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کون کون سے معجزے دیے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے معجزے دیے جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ شق القمر: جب کفارِ مکّہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ چاند کے دو ٹکڑے کردیں، تو ہم ایمان لے آئیں گے، چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی، پھر چاند کی طرف انگلی مبارک سے اشارہ فرمایا، تو اس کے دو ٹکڑے ہوگئے، کفار کو یقین نہ آیا اور وہ حیرت سے آنکھوں پر کپڑا مل مل کر صاف کرتے اور دیکھتے تھے، عصر اور مغرب کے درمیان جتنا وقت ہوتا ہے، اتنی دیر چاند اسی طرح رہا اور اس کے بعد پھر سابقہ حالت پر لوٹ آیا، مشرکین مکّہ نے کہا: آپ نے ہم پر جادو کردیا تھا، اس لیے ہم باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرتے ہیں، پھر ان سے دریافت کریں گے، اگر انہوں نے تصدیق کردی تو سچ مان لیں گے۔ چنانچہ جب مسافر آئے، تو انہوں نے بھی شق القمر کا مشاہدہ بیان کیا، مگر اس کے باوجود یہ لوگ ایمان نہ لائے اور اس کو جادو قرار دیا۔[3]

---

[1] قال تعالیٰ: ﴿فَاَلْقٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ۝﴾ (الأعراف: ۱۰۷، الشعراء: ۳۲) وقال تعالیٰ: ﴿وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ۝﴾ (الاعراف: ۱۰۸، الشعراء: ۳۳)

[2] قال تعالیٰ: ﴿اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (آل عمران: ۴۹)

[3] قال تعالیٰ: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝﴾ (القمر: ۱، ۲) وعن مجاهد عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: انفلق القمر علی عهد رسول ﷺ =

۲۔قرآنِ کریم: نبی کریم ﷺ کو سب سے بڑا اور قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ قرآنِ کریم عطا ہوا، ایسا عظیم الشان معجزہ پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دیا گیا۔[۱] قرآنِ کریم وہ عظیم الشان معجزۂ علمی ہے کہ اس جیسا فصیح و بلیغ کلام نہ پہلے کوئی بنا سکا اور نہ ہی قیامت تک کوئی بنا سکے گا، اور نہ انسانوں میں اس کی طاقت ہے، نہ جنات میں۔[۲]

۳۔انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا: صلح حدیبیہ کے موقع پر ایک مرتبہ حضرات صحابہ کرام جن کی تعداد ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ تھی، پانی کی قلّت کا شکار ہوئے، اور حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پانی نہ ملنے کی شکایت کی، نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک برتن پانی کا رکھا تھا، آپ نے اس برتن سے وضو فرمایا اور اس برتن میں اپنا دستِ مبارک ڈال دیا، تو پانی آپ کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے پھوٹنے لگا، حتی کہ تمام حضرات نے سیر ہو کر پیا اور وضو فرمایا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم اس دن ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہو جاتا۔[۳]

=فقال رسول الله ﷺ: اشهدوا. (الترمذي، باب ماجاء في انشاق القمر: ٢/٤١) وعن ابن مسعود ﷺ قال: بينما نحن مع رسول الله ﷺ بمنى فانشق القمر فلقتين: فلقة من وراء الجبل وفلقة دونه، فقال لنا رسول الله ﷺ: اشهدوا، يعني ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ O﴾ (الترمذي، أبواب التفسير: ٢/١٦١) وعن أنس ﷺ قال: سأل أهل مكة النبي ﷺ آية فانشق القمر بمكة مرتين فنزلت: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ O وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّO﴾ (الترمذي: ٢/١٦٩) وعن ابن مسعود ﷺ قال: انشق القمر على عهد رسول الله ﷺ فرقتين: فرقة فوق الجبل وفرقة دونه – أي تحته – فقال رسول الله ﷺ: اشهدوا.

(البخاري: ٢/٧٢١)

[۱] قال تعالى: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَه لَحٰفِظُوْنَO﴾ (الحجر: ٩)

[۲] قال تعالى: ﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِه وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًاO﴾ (بني إسرائيل: ٨٨)

[۳] البخاري، رقم: ١٣٥٢، عن جابر ﷺ

۴۔ درخت کا حکم ماننا: ایک مرتبہ حضرت نبی کریم ﷺ کو قضائے حاجت کی ضرورت ہوئی اور اس جگہ کوئی آڑ نہ تھی، وادی کے کنارے پر دو درخت تھے، آپ نے ایک درخت کی ٹہنی پکڑ کر فرمایا کہ اللہ کے حکم سے میرا کہنا مان، تو وہ درخت آپ کے ساتھ چل پڑا جس طرح فرماں بردار اونٹ ساتھ چلتا ہے، حتی کہ آپ دوسرے درخت کے پاس آگئے اور اس کی ٹہنی پکڑ کر فرمایا کہ اللہ کے حکم سے میری اطاعت کر، چنانچہ جب دونوں درخت مل گئے، تو آپ نے حاجت پوری فرمائی، اس کے بعد دونوں درخت جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔[1]

۵۔ پہاڑوں کا سلام کرنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ مکّہ مکرمہ میں تھا، ایک مرتبہ آپ کے ساتھ مضافاتِ مکّہ میں نکلا، تو جو پہاڑ اور درخت سامنے آتا وہ یہ کہتا: **السلام عليك يا رسول الله**.[2]

ان کے علاوہ اور بہت سے معجزے کتبِ احادیث میں موجود ہیں، جن سے آپ کی نبوت کی کھلی تائید ہوتی ہے۔

---

[1] مسلم، رقم: ۳۰۱۲ عن جابر رضي الله عنه

[2] الترمذي عن علي، رقم: ۳۶۳۵، والدارمي، رقم: ۲۱، ۱/۲۵، الترغيب و الترهيب: ۲/۲۲۹

پانچواں باب:

قیامت اور حشر ونشر

سوال: موت کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: موت اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوق ہے،[1] جب کسی جاندار پر آتی ہے، تو اس کے جسم سے روح کا رابطہ ختم کر دیتی ہے، موت ایسی حقیقت ہے کہ جس کا کوئی ملحد، مشرک اور کافر بھی انکار نہیں کرسکتا، یہ ہر جاندار کو ضرور آنی ہے،[2] موت آنے سے میت عالمِ دنیا سے عالمِ برزخ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

سوال: موت کے بارے میں اسلامی عقیدہ کیا ہے؟

جواب: موت کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہر نفس کے لیے اس کا ایک وقت مقرر ہے، جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیا ہے، پس کسی کو بھی موت اس کے مقررہ وقت سے ایک لمحہ پہلے یا بعد میں نہیں آئے گی[3] اور یہ ہر جاندار کو ضرور بالضرور آنی ہے، کوئی جاندار اس سے بچ نہیں سکتا۔[4]

موت مؤمن کے حق میں نعمت اور راحت کا پیش خیمہ ہے، جب کہ کافر و نافرمان کے لیے یہ عذاب وعقاب کی ابتدا ہے۔[5] قیامت میں جب اہلِ جنّت جنّت میں اور اہلِ جہنّم

---

[1] قال تعالی: ﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملك: ۲)

[2] قال تعالی: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ (آل عمران: ۱۸۵)

[3] قال تعالی: ﴿فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ (النحل: ۶۱)

[4] قال تعالی: ﴿اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ﴾ (النساء: ۷۸)

[5] الدنیا سجن المؤمن وجنة الكافر. (ابن ماجه، كتاب الزهد، رقم: ۴۱۱۳، [المكتبة العلمية، بيروت]، الترمذي، رقم: ۲۳۲۹، مسلم، رقم: ۲۹۵۶، أحمد: ۲/۳۲۱)

جہنّم میں پہنچ جائیں گے، تو موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لاکر جنّت اور جہنّم کے درمیان ذبح کردیا جائے گا، پھر جنتی ہمیشہ جنّت میں اور جہنمی ہمیشہ جہنّم میں رہیں گے۔[۱]

سوال: برزخ کیا ہے؟

جواب: ہر انسان پیدا ہونے کے بعد تین دور سے گزرتا ہے:

۱۔ پیدا ہونے کے بعد موت سے پہلے تک، یہ عالمِ دنیا ہے۔

۲۔ موت کے بعد سے قیامت قائم ہونے تک، یہ برزخ کا دور ہے، اگر مردہ قبر میں ہے، تو قبر اس کے لیے برزخ ہے، اور اگر کسی درندے کے پیٹ، سمندر کی تہ، یا ہواؤں کے دوش پر، غرض جہاں بھی ہو، اس کا عالم برزخ وہیں ہوگا۔[۲]

۳۔ قیامت قائم ہونے کے بعد سے ہمیشہ ہمیشہ تک، یہ دارِ بقا اور دارِ آخرت ہے۔[۳]

---

[۱] عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه في حديث طويل: يؤتى بالموت يوم القيامة على صورة كبش أملح فيذبح بين الجنة والنار. (البخاري، رقم: ٤٧٣٠، مسلم، رقم: ٢٨٤٩) وعن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: إذا صار أهل الجنة إلى الجنة وأهل النار إلى النار جيء بالموت، حتى يجعل بين الجنة والنار ثم يذبح، ثم ينادي مناد: يا أهل الجنة! خلود لا موت، ويا أهل النار! خلود لا موت، فيزداد أهل الجنة فرحا إلى فرحهم و يزداد أهل النار حزنا إلى حزنهم. (البخاري، رقم: ٦٥٣٨، ٤/٢٠٠، فتح الباري، رقم: ٦٥٤٨، ١١/٤١٥، كنز العمال، رقم: ٣٩٤٥٠، ١٤/١٠)

[۲] قال في "شرح العقيدة الطحاوية": اعلم أن عذاب القبر هو عذاب البرزخ، فكل من مات وهو مستحق للعذاب ناله نصيبه منه قبّر أو لم يقبّر، أكلته السباع أو احترق حتى صار رمادا ونسف في الهواء أو صلب أو غرق في البحر، وصل إلى روحه وبدنه من العذاب ما يصل إلى المقبور. (ص: ٤٥١)

[۳] قال في "شرح العقيدة الطحاوية": فالحاصل أن الدور ثلاث: دار الدنيا ودار البرزخ ودار القرار. (ص: ٤٥٢)

سوال: موت کے بعد برزخ میں انسان کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے؟

جواب: موت کے بعد ہر میت چاہے مسلمان ہو یا کافر، عالمِ برزخ میں پہنچ جاتی ہے، چنانچہ وہاں مؤمن کی روح کو بشارتوں اور خوش خبریوں کے ساتھ اور نہایت اعزاز واکرام سے ساتویں آسمان پر لے جایا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کا نام علیین میں لکھ دیا جاتا ہے اور اگر خدانخواستہ کافر ہے، تو اس کی روح کو نہایت تکلیف کے ساتھ اس کے جسم سے نکالا جاتا ہے اور نہایت بدبودار کپڑے میں قید کرکے آسمانوں پر لے جایا جاتا ہے، مگر آسمان کے دروازے اس کے لیے نہیں کھولے جاتے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو نچلی زمین کے سب سے تنگ حصّہ میں پھینک دیا جاتا ہے۔

پھر اس کے بعد مؤمن یا کافر کو جب قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے، تو ان کی روح ان کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور منکر نکیر ان سے سوالات کرتے ہیں، اگر مردہ مؤمن ہے، تو سوالات کے درست جواب دیتا ہے اور اگر کافر ہے تو جواب میں لاعلمی ظاہر کرتا ہے۔

چنانچہ مؤمن کے لیے اس سوال وجواب کے بعد جنّت کا فرش بچھا دیا جاتا ہے، اور جنّت کے رخ پر اس کے لیے دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور قبر کو اس کے لیے تاحدِ نگاہ کشادہ کر دیا جاتا ہے، جب کہ کافر کے لیے آگ کا فرش بچھا دیا جاتا ہے اور جہنّم کا دروازہ اس کی قبر میں کھول دیا جاتا ہے، جہاں اس کو جہنّم کی گرمی اور آگ کی لپٹیں لگتی رہتی ہیں اور اس کی قبر کو اس قدر تنگ کر دیا جاتا ہے کہ اس کی دونوں جانب کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔[1]

---

[1] كما ورد في رواية عن براء بن عازب ﷺ قال: كنا في جنازة في بقيع الغرقد فأتانا النبي ﷺ، فقعد وقعدنا حوله كأن على رؤوسنا الطير وهو يلحد له فقال: أعوذ بالله من عذاب القبر - ثلاث مرات - ثم قال: إن العبد المؤمن إذا كان في إقبال من الأخرة وانقطاع من الدنيا نزلت إليه ملائكة من السماء بيض الوجوه كأن وجوههم الشمس، معهم كفن من أكفان الجنة وحنوط الجنة حتى جلسوا منه مد البصر، ثم يجيء ملك الموت عليه السلام حتى يجلس عند رأسه =

تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ عذابِ قبر اور راحتِ برزخ برحق ہے، چنانچہ ایمان والوں کو قبر یا برزخ میں راحت وآرام، مسرتیں اور خوشیاں نصیب ہوتی ہیں، جب کہ کفار ومنافقین اور گناہ گار عذاب وتکلیف کا شکار رہیں گے۔[1]

سوال: منکر نکیر کون ہیں؟

جواب: منکر نکیر فرشتے ہیں، جو میت سے برزخ میں تین سوالات کرتے ہیں:

۱۔ تیرا رب کون ہے؟ ۲۔ تیرا دین کیا ہے؟ ۳۔ تیرا رسول کون ہے؟

چنانچہ اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ میت جب قبر میں دفن کردی جاتی ہے، تو اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور منکر نکیر اس سے مذکورہ بالا تین سوالات کرتے ہیں۔[2]

= فيقول: أيتها النفس الطيبة اخرجي إلى مغفرة من الله ورضوان، قال: فتخرج تسيل كما تسيل القطرة من السقاء. (أحمد: ۲۸۷،۲۸۸/۴، أبو داود، رقم: ۴۷۵۳) **وقال في "شرح الفقه الأكبر": وإعادة الروح إلى العبد أي جسده بجميع أجزائه أو ببعضها مجتمعة أو متفرقة في قبره حق. (ص: ۹۰)**

[1] **قال تعالى:** ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ O﴾ **(المؤمن: ۴۶) وقال تعالى:** ﴿اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ﴾ **(الأنعام: ۹۳) وقال تعالى:** ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ O﴾ **(الأنفال: ۵۰) وعن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما قال: مر النبي ﷺ بقبرين فقال:** إنهما يعذبان وما يعذبان في كبير.

(البخاري، رقم: ۲۱۸، مسلم، رقم: ۲۹۲)

[2] **لما في حديث براء بن عازب المذكور انفا:** فتعاد روحه في جسده ويأتيه ملكان فيجلسانه فيقولان: من ربك؟ فيقول: هاه هاه لا أدري! فيقولان له: ما دينك؟ فيقول: هاه هاه لا أدري، فيقولان له: من هذا الرجل الذي بعث فيكم، فيقول: هاه هاه لا أدري، فينادي مناد من السماء أن كذب عبدي، فافرشوه من النار وافتحوا له بابا إلى النار، فيأتيه من حرها وسمومها ويضيق عليه قبره حتى تختلف فيه أضلاعه. **(أبو داود، كتاب السنة، رقم: ۴۷۵۳)**

سوال: قیامت کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: جب اس دنیا میں ایک بھی اللہ کا نام لیوا نہ رہے گا، کفر وشرک اور نافرمانی پھیل جائیگی، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے، جسکی ہیبت ناک اور کڑک دار آواز سے تمام جاندار مر جائیں گے، زمین ریزہ ریزہ ہوجائے گی، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے، غرض تمام دنیا فنا ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا۔[1] پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا، تو سب حساب وکتاب کے لیے دوبارہ زندہ ہوجائیں گے، اسی کا نام قیامت اور حشر ونشر ہے۔[2]

سوال: قیامت کب آئے گی؟

جواب: قیامت کے دن کی خبر انبیائے کرام اپنی امتوں کو دیتے چلے آئے ہیں، مگر اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ نے آکر بتایا کہ قیامت قریب آ پہنچی ہے،[3] اور میں اس دنیا میں اللہ کا آخری رسول ہوں، لیکن قیامت کب آئے گی؟ اس کی ٹھیک تاریخ تو کجا، سال اور صدی تک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں معلوم،[4] یہ ایسا راز ہے جو خالقِ کائنات

---

[1] لا تقوم الساعة حتى يقال في الأرض: الله الله. (مسلم: ١/٨٤) لا تقوم الساعة إلا على شرار الناس. (الدر المنثور: ٦/٥٤)

[2] وقال تعالى: ﴿ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ﴾ (الزمر: ٦٨) وقال تعالى: ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ۝﴾ (المؤمنون: ١٦)

[3] قال تعالى: ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۝﴾ (القمر: ١) وعن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول ﷺ: بعثت أنا والساعة كهاتين. وأشار أبو داود بالسبابة والوسطى فما فضل أحدهما على الأخرى. (الترمذي، أبواب الفتن: ٢/٤٤)

[4] قال تعالى: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَه عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ (لقمان: ٣٤) وقال تعالى: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ﴾ (الأعراف: ١٨٧)

نے کسی فرشتے یا نبی کو بھی نہیں بتایا[1] ہاں اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کے ذریعہ ہمیں قیامت کی نشانیاں بتادی ہیں، ان میں سے اکثر ظاہر ہوچکی ہیں، چند بڑی علامتیں ظاہر ہونا باقی ہیں۔

سوال: قیامت کی علامتیں کیا ہیں؟

جواب: قیامت کی علامات دو قسم کی ہیں: پہلی علاماتِ صغریٰ یعنی چھوٹی علامتیں اور دوسری علاماتِ کبریٰ یعنی بڑی علامتیں۔

علاماتِ صغریٰ یعنی وہ علامتیں جو ظاہر تو ہوچکی ہیں، مگر ابھی انتہا کو نہیں پہنچی ہیں، ان میں روز بہ روز اضافہ ہورہا ہے اور ہوتا جائے گا، یہاں تک کہ علاماتِ کبریٰ یعنی بڑی علامتیں ظاہر ہونے لگیں گی۔[2]

علاماتِ صغریٰ بہت سی ہیں، جن میں سے چند علامات ذکر کی جاتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے یہ چھ نشانیاں ظاہر ہوں گی:

۱۔ میری وفات۔

۲۔ بیت المقدّس کا فتح ہونا۔

۳۔ مسلمانوں میں ایک وبائی بیماری کا پھیلنا۔

۴۔ مال کا اتنا زیادہ ہونا کہ لوگ سو دینار کو بھی حقیر سمجھنے لگیں۔

۵۔ ملک عرب کے گھر گھر میں فتنہ کا داخل ہونا۔

---

[1] كما ورد في حديث جبرئيل: ما المسؤول عنها بأعلم من السائل. (البخاري، رقم: ٥٠، مسلم، رقم: ٨، ١٠، أبو داود، رقم: ٤٦٩٠، النسائي، رقم: ٤٩٩٠، ابن ماجه، رقم: ٦٣، ٦٤، أحمد: ٤/١٢٩، ٤/١٦٣)

[2] الإشاعة للبرزنجي (ص: ٤)

۶۔مسلمان اور عیسائیوں کے درمیان ایک صلح کا ہونا اور پھر عیسائیوں کی طرف سے اس کی خلاف ورزی ہونا[1]

ان مذکورہ چھ علامتوں میں سے پانچ ظاہر ہوچکی ہیں، چنانچہ نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت المقدّس فتح ہوا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے دورِ خلافت میں مسلمانوں کے لشکر میں عمواس کے مقام پر ایسا طاعون پھیلا کہ تین دن میں تیرہ ہزار مسلمان اس سے وفات پاگئے، جب کہ چوتھی اور پانچویں علامات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ظاہر ہوئیں کہ مسلمانوں کے پاس دولت کی ریل پیل ہوگئی۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ دین پر قائم رہنے والے کی حالت اس شخص کی طرح ہوگی، جس نے انگارے کو اپنی مٹھی میں پکڑ رکھا ہے[2] تجارت کی کثرت ہوگی، یہاں تک کہ بیوی شوہر کے ساتھ تجارت میں شریک و معاون ہوگی، رشتہ داروں سے قطع تعلّق کی کثرت ہوگی، لکھنے کا رواج بہت بڑھ جائے گا، جھوٹی گواہیوں کی کثرت ہوگی[3] قبیلوں اور قوموں کے راہنما منافق، رزیل ترین اور فاسق لوگ ہوں گے، تعلیم محض دنیا کے لیے ہوگی، رشتہ داروں کے حقوق پامال کیے جائیں گے

---

[1] عن عوف بن مالك رضي الله عنه قال: أتيت النبي ﷺ في غزوة تبوك وهو في قبة من أدم، فقال: اعدد ستا بين يدي الساعة: موتي، ثم فتح بيت المقدس، ثم موتان يأخذ فيكم كقعاص الغنم إلخ.

(البخاري، رقم: ٣١٧٦)

[2] عن أنس رضي الله عنه عن النبي ﷺ: يأتي على الناس زمان، الصابر فيهم على دينه كالقابض على الجمر. (الترمذي، ٢/٥٠)

[3] عن ابن مسعود رضي الله عنه عن النبي ﷺ: إن بين يدي الساعة تسليم الخاصة، وفشو التجارة حتى تعين المرأة زوجها على التجارة، وقطع الأرحام، وفشو القلم، وظهور الشهادة بالزور.

(أحمد: ٤٠٧، ١/٤٠٨، كنز العمال، رقم: ٣٨٥٨٤، ١٤/٢٣٦)

اور اجنبی لوگوں سے حسن سلوک ہوگا، بیوی کی اطاعت اور ماں باپ کی نافرمانی ہوگی،[1] سلام صرف جان پہچان کے لوگوں کو کیا جائے گا،[2] چرواہے وغیرہ کم درجے کے لوگ فخر و نمود کے طور پر اونچی اونچی عمارتیں بنانے لگیں گے،[3] شراب کا نام نبیذ، سود کا نام تجارت اور رشوت کا نام ہدیہ رکھ کر انہیں حلال سمجھا جائیگا، عورتیں عورتوں سے اور مرد مردوں سے شادی کریں گے،[4] عورتیں اتنے باریک اور چست کپڑے پہنیں گی کہ وہ اس میں ننگی نظر آئیں گی، ان کے سر بختی اونٹ کے کوہان کی طرح اونچے ہونگے، وہ مٹک مٹک کر چلیں گی، خود بھی لوگوں کی طرف مائل ہوں گی اور لوگوں کو بھی اپنی طرف مائل کریں گی۔[5]

---

[1] عن أبي هريرة ﷺ عن النبي ﷺ: إذا اتخذ الفيء دولا، والأمانة مغنما، والزكاة مغرما، وتعلم لغير الدين، وأطاع الرجل امرأته وعق أمه، وأدنى صديقه وأقصى أباه، وظهرت الأصوات في المساجد، وساد القبيلة فاسقهم، وكان زعيم القوم أرذلهم، وأكرم الرجل مخافة شره إلخ.
(الترمذي، رقم: ٢٢١١)

[2] عن ابن مسعود ﷺ: سمعت رسول الله ﷺ يقول: لا تقوم الساعة حتى يكون السلام على المعرفة، وحتى اتخذ المساجد طرقا فلا يسجد لله فيها حتى يتجاوز، وحتى يبعث الغلام بالشيخ بريدا بين الأفقين، وحتى ينطلق الفاجر إلى الأرض النامية فلا يجد فضلا.
(الدر المنثور: ٦/٥٣، كنز العمال، رقم: ٣٨٥٨٤، ٤١/٢٤٦)

[3] كما ورد في حديث جبرئيل: وأن ترى الحفاة العراة العالة رعاء الشاء يتطاولون في البنيان إلخ. (أبو داود، رقم: ٤٦٩٥، ٤/٢٢٣)

[4] قال في "الإشاعة": ومنها إذا استحلت هذه الأمة الخمر بالنبيذ..... والربا بالبيع..... والسحت بالهدية، ومنه إذا استغنى النساء بالنساء والرجال بالرجال فبشرهم بريح حمراء.
(الديلمي عن أنس بحواله "الإشاعة"، ص: ٧٢)

[5] عن أبي هريرة ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: صنفان من أمتي من أهل النار، لم أرهم بعد: نساء كاسيات عاريات مائلات مميلات، على روسهن أمثال أسنمة الإبل، لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها إلخ. (مسلم، رقم: ٢١٢٨، أحمد: ٢/٤٤٠)

علاماتِ صغریٰ اور بھی بہت سی احادیث میں موجود ہیں، ان سب کی خبر حضور اقدس ﷺ نے اس دور میں دی تھی جب کہ ایسی باتوں کا تصور بھی مشکل تھا، مگر آج سب لوگ ان علامتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔

سوال: بڑی علامتیں کون کون سی ہیں؟

جواب: قیامت کی بڑی علامتیں یہ ہیں:

۱۔ظہورِ مہدی: مسلمانوں کے آخری امیر حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہوں گے، ان کے ظہور کا وہی وقت ہے جو دجال کے ظہور کا وقت ہے۔

حضرت امام مہدی حضور اقدس ﷺ کی اولاد میں سے ہوں گے، آپ کا نام محمد اور والد کا نام عبداللہ ہوگا،[1] آپ کا قد کچھ لمبا ہوگا، جسم مضبوط اور رنگ گورا مائل بہ سرخی ہوگا، چہرہ کشادہ، ناک پتلی اور بلند ہوگی،[2] زبان میں کچھ لکنت ہوگی، جب یہ لکنت زیادہ تنگ کرے گی، تو آپ رانوں پر ہاتھ ماریں گے،[3] آپ چالیس برس کی عمر میں ظاہر ہوں گے، اس کے بعد سات یا آٹھ برس حیات رہیں گے۔[4]

---

[1] عن زر، عن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ: لا تذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من أهل بيتي، يواطئ اسمه اسمي واسم أبيه اسم أبي. (الترمذي: ٢/٤٦) وقال في حديث سفيان: لا تذهب الدنيا، أو: لا تنقضي الدنيا حتى يملك العرب رجل من أهل بيتي، يواطئ اسمه اسمي. (أبو داود، رقم: ٤٢٨٥)

[2] عن أبي سعيد الخدري ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: المهدي مني، أجلى الجبهة وأقنى الأنف. (أبو داود، رقم: ٤٢٨٥)

[3] قال الإمام البرزنجي في "الإشاعة": في لسانه ثقل، وإذا بطؤ عليه الكلام ضرب فخذه الأيسر بيده اليمنى. (ص: ٨٩)

[4] عن أبي سعيد الخدري ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: المهدي أجلى الجبهة وأقنى الأنف، يملأ الأرض قسطا وعدلا كما ملئت جورا وظلما، يملك سبع سنين. (أبو داود، رقم: ٤٢٨٥)

۲۔ظہورِ دجال: دجال ایک جھوٹا شخص ہوگا، جس کی داہنی آنکھ کانی ہوگی، بال حبشیوں کی طرح ہوں گے، اس کی پیشانی پر ''ک ف ر'' لکھا ہوگا،[1] ایک بڑا گدھا اس کی سواری کے لیے ہوگا، جس کا رنگ نہایت سفید ہوگا اور اس گدھے کے دونوں کانوں کے درمیان ستر ہاتھ کا فاصلہ ہوگا، اس کی رفتار بادل اور ہوا کی طرح تیز ہوگی،[2] یہ ملکِ عراق اور ملکِ شام کے درمیان ظاہر ہوگا، سب سے پہلے نبوت کا دعویٰ کرے گا، اس کے بعد خدائی کا دعوے دار بن جائے گا، اس کے ساتھ ایک آگ ہوگی، جسے وہ ''جہنّم'' کہے گا اور ایک باغ ہوگا، جسے وہ ''جنّت'' کہے گا، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہوگی، یہ اپنے لشکر کے ساتھ بے شمار ملکوں میں فساد پھیلاتا پھرے گا، جو شخص اس کی اطاعت کرے گا، اس کو اپنی جعلی جنّت کی سیر کرائے گا اور جو شخص اس کی نافرمانی کرے گا، اس کو اپنی خودساختہ جہنّم میں ڈال دے گا، جو شخص اس کی آگ میں گرے گا، اس کا اجروثواب یقینی اور گناہ معاف ہوجائیں گے۔

وہ گھومتا پھرتا اور فساد برپا کرتا ہوا مکّہ معظّمہ کی طرف آئے گا، لیکن فرشتوں کی حفاظت کی وجہ سے اس کی حدود میں داخل نہ ہوسکے گا، یہاں سے ناکام ہوکر مدینہ منورہ کا رخ

---

[1] عن أنس ﷺ عن النبي ﷺ قال: ما بعث نبي إلا أنذر أمته الأعور الكذاب، ألا! إنه أعور وإن ربكم ليس بأعور، وإن بين عينيه مكتوب "ك ف ر". (البخاري، رقم: ۷۱۳۱، مسلم، رقم: ۲۹۳۳)

وعن النواس بن سمعان ﷺ قال: ذكر رسول الله ﷺ الدجال ذات غداة ..... إنه شاب، جعد قطط، عينها طافئة. (مسلم، رقم: ۲۹۳۷، الترمذي، رقم: ۲۲٤۵، ابن ماجه، رقم: ٤۰۷۵)

[2] وعن أبي هريرة ﷺ عن النبي ﷺ قال: يخرج الدجال على حمار أقمر - أي شديد البياض- ما بين أذنيه سبعون ذراعا. (مشكاة المصابيح، رقم: ۵٤۹۳، رواه البيهقي في كتاب البعث والنشور) كما روي عن النواس بن سمعان ﷺ قال: ذكر رسول الله ﷺ الدجال ذات غداة ..... قلنا يا رسول الله ﷺ! فما إسراعه في الأرض؟ قال: كالغيث استدبرته الريح إلخ. (مسلم، رقم: ۲۹۳۷، الترمذي، رقم: ۲۲٤۵، ابن ماجه، رقم: ٤۰۷۵)

کرے گا اور جبلِ اُحد کے پاس ڈیرہ ڈال دے گا، مگر مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکے گا، پھر یہ شام میں فلسطین کے ایک شہر تک آئے گا، اور مسلمان حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بیت المقدس کے ایک پہاڑ پر محصور ہو جائیں گے۔[1]

۳۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام: جب محاصرہ طول کھینچے گا، تو حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ دجال سے جنگ کا فیصلہ کرلیں گے، جنگ کیلئے صف بندی کرلی جائے گی اور دونوں لشکر جنگ کیلئے تیار ہوں گے، اسی دوران ایک دن مسلمان فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کھڑے ہوں گے اور امام مہدی رضی اللہ عنہ امامت کیلئے آگے بڑھ جائیں گے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی مینار پر اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کاندھوں پر رکھے ہوئے آسمان سے نازل ہوں گے،[2] اور امام مہدی رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ادا فرمائیں گے۔

---

[1] عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: خطبنا رسول الله ﷺ ..... وإنه يخرج من خلة بين الشام والعراق، فيعيث يميناً ويعيث شمالاً. إنه يبدأ فيقول: أنا نبي، ولا نبي بعد. ثم يثني ويقول: أنا ربكم. ولا ترون ربكم حتى تموتوا، وإنه أعور، وإن ربكم ليس بأعور، وإنه مكتوب بين عينيه: كافر، يقرأه كل مؤمن كاتب أو غير كاتب، وإن من فتنته أن معه جنة ونارا، فناره جنة وجنته نار..... وإنه لا يبقى شيء من الأرض إلا وطئه وظهر عليه إلا مكة ومدينة، لا يأتيهما من نقب من نقابهما إلا لقيته الملائكة بالسيف صلتة ..... فأين العرب يومئذ؟ قال: هم يومئذٍ قليل وجلهم ببيت المقدس، وإمامهم رجل صالح، فبينما أمامهم قد تقدم يصلي بهم الصبح إذ نزل عليهم عيسىٰ بن مريم عليه السلام إلخ. (أبو داود، رقم: ٤٣١٦، ابن ماجه، رقم: ٤٠٧٧)

[2] قال تعالىٰ: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ (الزخرف: ٦١) وقال تعالىٰ: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ (النساء: ١٦٠) وعن النواس بن سمعان في حديث طويل ..... فبينما هو كذلك إذ بعث الله المسيح بن مريم عليه السلام، فينزل عند المنارة البيضاء الشرقي بدمشق بين مهروذيين واضعا كفيه على أجنحة ملكين، إذا طأطأ رأسه قطر وإذا رفع تحدر منه جمان كاللؤلؤ، فلا يحل لكافر يجد ريح نفسه إلا مات، ونفسه ينتهي حيث ينتهي طرفه، فيطلبه حتى يدركه باب لد فيقتله. (مسلم وغيره بحوالہ مذکورہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قد درمیانہ، رنگ سرخ و سفید، بال شانوں تک پھیلے ہوئے، سیدھے صاف اور چمک دار ہوں گے، جیسے غسل کے بعد ہوتے ہیں[1] جسم پر ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑے ہوں گے[2] الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہاتھ کے اشارے سے فرمائیں گے کہ میرے اور دجال کے درمیان سے ہٹ جاؤ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس میں یہ تاثیر ہوگی کہ جس کافر کو اس کی ہوا لگے گی، وہ مرجائے گا اور جہاں تک آپ کی نظر جائے گی، وہیں تک سانس بھی پہنچے گا، دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر اس طرح گھلنے لگے گا، جس طرح پانی میں نمک گھلتا ہے۔[3] چنانچہ وہ فرار ہونے کی کوشش کرے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا تعاقب کر کے بابِ لد پر اس کو قتل کر دیں گے، جو دمشق (شام) کا ایک محلّہ ہے۔[4]

دجال کے قتل کے بعد مسلمان اس کے لشکر کو چن چن کر قتل کریں گے، کسی یہودی کو کہیں پناہ نہ ملے گی، حتیٰ کہ اگر وہ کسی درخت یا پتھر کے پیچھے پناہ لے گا، تو وہ بھی بول اٹھے گا کہ

---

[1] عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال: ليس بيني وبينه نبي - يعني عيسىٰ - وإنه نازل، فإذا رأيتموه فاعرفوه رجل مربوع إلى الحمرة والبياض، بين ممصرتين، كأن رأسه يقطر وإن لم يصبه بلل. (أبو داود، رقم: ٤٣٢٤)

[2] في رواية النواس بن سمعان: بين مهروذتين. "مهروذتين" مثنى مهروذة بالذال المعجمة أي ينزل في حلتين فيهما صفرة خفيفة. (هامش التصريح لأبي فتاح أبي غدة، ص: ٣٦)

[3] عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال النبي ﷺ: لا تقوم الساعة حتى تنزل الروم بالأعماق أو بدابق ..... فبينا هم يعدون للقتال، يسوون الصفوف إذا أقيمت الصلاة فينزل عيسىٰ بن مريم عليه السلام فأمهم فإذا رآه عدو الله ذاب كما يذوب الملح فلو تركه لانذاب حتى يهلك إلخ.

(مسلم، رقم: ٢٨٩٧)

[4] كما روى ابن ماجه عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه، رقم الحديث: ٤٠٧٧، وفي أبي داود عن النواس ابن سمعان الكلابي، رقم الحديث: ٤٣٢١)

یہ کافر ہے۔[1] اس کے بعد لوگ روئے زمین پر امن وامان اور چین وسکون سے رہنے لگیں گے اور امام مہدی علیہ السلام کی وفات ہو جائے گی۔

۴۔ یاجوج ماجوج: ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ وہ مسلمانوں کو کوہِ طور پر لے جائیں، چنانچہ آپ ایسا ہی کریں گے، جس کے بعد یاجوج ماجوج کی دیوار ٹوٹ جائے گی، اور وہ اپنے ٹھکانے سے نکل کر زمین میں تباہی مچا دیں گے، جس پانی پر سے گزریں گے اسے پی کر ختم کر دیں گے۔[2]

سوال: یاجوج ماجوج کون لوگ ہیں؟

جواب: یاجوج ماجوج ایک فسادی قوم کا نام ہے[3] جو یافث بن نوح کی نسل سے ہیں۔[4]

---

[1] عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه عن النبي ﷺ في حديث طويل: فإذا انصرف قال عيسىٰ عليه السلام: افتحوا الباب، فيفتح وراء دجال ومعه سبعون ألف يهودي، كلهم ذو سيف محلى وساج، فإذا نظر إليه الدجال ذاب كما يذوب الملح في الماء، وينطلق هاربا ويقول عيسىٰ: إن لي فيك ضربة لن تسبقني بها. فيدركه عند باب اللد الشرقي فيقتله، فيهزم الله اليهود فلا يبقى شيء مما خلق الله يتوارى به يهودي إلا أنطق الله ذلك الشيء.

(أبو داود، رقم: ٤٣٢١، ابن ماجه، رقم: ٤٠٧٧)

[2] قال تعالىٰ: ﴿حَتّٰى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ O﴾ (الأنبياء: ٩٦) عن النواس بن سمعان في حديث طويل: فبينما هم كذلك إذ أوحى الله عيسىٰ عليه السلام أني قد أخرجت عبادا لي لا يد لأحد بقتالهم، فحرز عبادي إلى الطور، ويبعث الله يأجوج و مأجوج، وهم من كل حدب ينسلون. (مسلم، رقم:٢٩٣٧، أبو داود، رقم: ٤٣٢١، الترمذي، رقم:٢٢٤٥، ابن ماجه، رقم:٤٩٧٥، أحمد: ٤/١٨١)

[3] قال تعالىٰ: ﴿قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا O﴾ (الكهف: ٩٤)

[4] قال ابن كثير: "يأجوج ومأجوج" قد قدمنا أنهم من سلالة آدم عليه السلام، بل هم من نسل نوح أيضا من أولاد يافث. (تفسير ابن كثير، ٣/١٠٤)

ذوالقرنین نے لوگوں کو ان کے فساد اور لوٹ مار سے محفوظ رکھنے کے لیے، دو پہاڑوں کے درمیان سیسہ پلائی ہوئی دیوار کھڑی کر کے ان کا راستہ بند کر دیا تھا، اس دیوار کی وجہ سے لوگوں کو ان کے فساد اور لوٹ مار سے تحفّظ مل گیا تھا۔[1] یہ مضبوط دیوار اب تک قائم ہے، قیامت کے قریب یہ دیوار اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹوٹ جائے گی۔[2]

غرض یہ قوم دیوار ٹوٹنے کے بعد زمین کے چپہ چپہ پر پھیل جائے گی اور سخت تباہی و بربادی پھیلائے گی، آخر کار حضرت عیسیٰ علیہ السلام یاجوج ماجوج کے لیے بددعا فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس قوم کو ایک بیماری میں مبتلا فرما کر ہلاک فرما دیں گے، اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسلمان زمین پر اتر آئیں گے، مگر زمین یاجوج ماجوج کی لاشوں سے اَٹی پڑی ہوگی، پس اللہ تعالیٰ لمبی لمبی گردنوں والے پرندے بھیج دے گا، جو ان کی لاشیں اٹھا کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہیں گے، پھینک دیں گے، پھر بارش ہوگی جس سے زمین بالکل صاف وشفاف ہو جائے گی۔[3] اس کے بعد روئے زمین پر خیر ہی خیر ہوگی، دشمنی

---

[1] قال تعالیٰ: ﴿اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ حَتّٰى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰى اِذَا جَعَلَه نَارًا قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا○ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَه نَقْبًا○﴾ (الكهف: ٩٦، ٩٧)

[2] عن أبي هريرة رضي الله عنه عن رسول الله ﷺ قال: إن يأجوج ومأجوج ليحفرون السد كل يوم، حتى إذا كادوا يرون شعاع الشمس قال الذي عليهم: ارجعوا فستحفرونه غدا، فيعودون إليه كأشد ما كان، حتى إذا بلغت مدتهم وأراد الله أن يبعثهم على الناس، حفروا حتى إذا كادوا يرون شعاع الشمس قال الذي عليهم: ارجعوا فستحفرونه غدا إن شاء الله، فيستثني فيعودون إليه وهو كهيئته حين تركوه، فيحفرونه ويخرجون على الناس فينشفون المياه إلخ.

(تفسير ابن كثير: ١٠٤، ٣/١٠٥)

[3] قال ابن كثير: فيدعو عليهم عيسى بن مريم عليه السلام فيقول: اللّهم لا طاقة لنا وأيد لنا بهم.....، فسلط الله عليهم دودا يقال له: "النغف" فيفرس رقابهم، ويبعث الله عليهم طيرا تأخذهم بمناقيرها فتلقيهم في البحر، ويبعث الله عينا يقال لها: "الحياة" يطهر الله الأرض وينبتها، حتى أن الرمانة ليشبع منها السكن، قيل: وما السكن يا كعب؟ قال: أهل البيت.

(صحيح الأخبار لابن كثير: ٣/١٩٦)

چوری چکاری اور دیگر تمام منکرات مٹ جائیں گے، مسلمانوں کے پاس بے انتہا مال ودولت آجائے گا، زہریلے جانوروں کا زہر نکال لیا جائے گا، بچے سانپوں سے کھیلیں گے، درندے بھی بے ضرر ہوجائیں گے، ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ ایک جماعت کھائے گی۔ غرض اس دور میں زندگی بڑی خوش گوار ہوگی، اور خیر و برکت کا یہ زمانہ سات سال تک رہے گا[1] پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوجائے گی اور مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھ کر آپ کو دفن کردیں گے۔[2]

۵۔ ذکرِ دُخان: ایک دن آسمان پر ایک خاص دھواں چھا جائے گا، اور پھر زمین پر برسے گا، اس سے مؤمنین کو تو زکام سا محسوس ہوگا، مگر کافروں کے سر ایسے ہوجائیں گے جیسے انہیں آگ پر بھون دیا گیا ہو، یہ دھواں چالیس روز تک رہے گا، جب یہ دھواں چھٹے گا تو بقرہ عید کے دن قریب ہوں گے۔[3]

٦۔ سورج کا مغرب سے نکلنا: دسویں ذی الحجہ کے بعد ایک رات نہایت لمبی ہوگی، یہاں تک کہ بچے سوسو کر تھک جائیں گے، لوگ پریشان ہوجائیں گے، جانور شور مچانے لگیں

---

[1] كما رواه مسلم عن النواس بن سمعان في حديث طويل المذكور آنفا، وكما رواه أبو داود عن أبي أمامة الباهلي في حديث طويل. (أبو داود، رقم: ٤٣٢٢، ابن ماجه، رقم: ٤٠٧٧)

[2] عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال: ليس بيني وبينه نبي – يعني عيسىٰ – ..... فيمكث في الأرض أربعين سنة ثم يتوفى فيصلي عليه المسلمون. (أبو داود، رقم: ٤٣٢٤، أحمد: ٢/٤٣٧)

[3] قال تعالىٰ: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ۝﴾ (الدخان: ١٠) وروى ابن جرير في تفسير هذه الآية: قال الصحابي الجليل عبد الله بن عمر رضي الله عنه: يخرج الدخان فيأخذ المؤمن كهيئة الزكام ويدخل في مسامع الكافر والمنافق حتى يكون كالرأس الحنيذ، أي كالرأس المشوي على الجمر. (تفسير ابن جرير: ١٣/١١٣) وروى الطبراني عن حذيفة رضي الله عنه: إن من أشراط الساعة دخانا يملئ ما بين المشرق والمغرب، يمكث في الأرض أربعين يوما.

(الإذاعة لما كان وما يكون بين يدي الساعة، ص: ١٧٤)

گے، لیکن صبح نہ ہوگی، یہاں تک کہ جب رات تین یا چار راتوں کے برابر ہو چکے گی تو سورج مغرب کی جانب سے تھوڑی سی روشنی کے ساتھ نکلے گا اور اتنا بلند ہو کر کہ جتنا دوپہر سے پہلے ہوتا ہے، دوبارہ مغرب میں جا کر ڈوب جائے گا، اس کے بعد عام عادت کے مطابق مشرق سے طلوع ہوا کرے گا۔ مغرب سے سورج طلوع ہونے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، کافر کفر سے اور گناہ گار گناہوں سے توبہ کریں گے، مگر وہ توبہ معتبر نہ ہوگی۔[1]

۷۔ دابۃ الارض: اس کے بعد مکّہ معظّمہ میں صفا پہاڑی زلزلے سے پھٹ جائے گی اور اس میں سے ایک عجیب وغریب شکل کا جانور نکلے گا، جس کا سر بیل کی طرح، آنکھیں خنزیر کی طرح، کان ہاتھی کی طرح، گردن شتر مرغ کی طرح، سینہ شیر کی طرح، جسمانی رنگ چیتے کی طرح، پچھاڑی بلی کی طرح اور دم مینڈھے کی طرح ہوگی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا (لاٹھی) اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اس کے پاس ہوگی، وہ ہر مؤمن وکافر کی پیشانی پر نشان لگائے گا، یہ عجیب جانور ہے، ساری دنیا میں گھومے گا اور

---

[1] قال تعالیٰ: ﴿يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا﴾ (الأنعام: ۱۵۸) وعن أبي هريرة رضي الله عنه: أن رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى تقتل فتنتان عظيمتان ..... وحتى تطلع الشمس من مغربها، فإذا طلعت ورآها الناس آمنوا جميعا، فذلك حين لا ينفع نفس إيمانها إلخ. (البخاري، رقم: ۷۱۲۱، مسلم: ۲/۳۹۰، أحمد: ۳/۹۵، الدر المنثور: ۶/۵۱) وقال في "الإشاعة": روى ابن مردويه عن حذيفة رضي الله عنه قال: سألت رسول الله ﷺ ما آية طلوع الشمس من مغربها؟ قال: تطول تلك الليلة حتى تكون قدر ليلتين. وروى هو وابن أبي حاتم، عن ابن عباس أنه ﷺ قال: آية تلك الليلة أن تطول قدر ثلاث ليال وفي رواية البيهقي عن عبد الله بن عمرو بلفظ: قدر ليلتين أو ثلاث إلخ.

(الإشاعة للبرزنجي، ص: ۱۶۶)

لوگوں سے باتیں کرے گا، اس کو دیکھ کر کافر بھی ایمان لائیں گے مگر ان کا یہ ایمان بے فائدہ ہوگا۔[1]

۸۔ یمن کی آگ: پھر ایک آگ یمن سے نکلے گی جو لوگوں کو محشر (ملک شام) کی طرف ہانک کر لے جائے گی، قرآن کریم لوگوں کے سینوں اور مصاحف سے اٹھالیا جائے گا۔[2]

۹۔ مؤمنین کی موت: کچھ عرصہ بعد ایک نہایت فرحت بخش ہوا چلے گی، جو تمام مؤمنین کی روح قبض کرلے گی، اور کوئی مؤمن دنیا میں باقی نہ رہے گا، دنیا میں صرف کفار اور بدکاروں کا عمل ہوجائے گا، حکومت پر حبشہ کے کافر مسلّط ہوں گے، جو خانۂ کعبہ کو شہید کردیں گے، تین چار سال اسی حالت میں گزریں گے کہ اچانک جمعہ کے دن، دس محرم کو حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور بدترین لوگوں پر قیامت آجائے گی۔[3]

---

[1] قال تعالى: ﴿اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ﴾ (النحل: ۸۲) وقال ابن جرير عن أبي الزبير أنه وصف الدابة فقال: رأسها رأس ثور وعينها عين خنزير وأذنها أذن فيل وقرنها قرن إبل وعنقها عنق نعامة وصدرها صدر أسد ولونها لون نمر وخاصرتها خاصرة هر وذنبها ذنب كبش وقوائمها قوائم بعير، بين كل مفصلين اثنا عشر ذراعا، تخرج معها عصا موسىٰ عليه السلام وخاتم سليمان عليه السلام، فلا يبقى مؤمن إلا نكت في وجهه بعصا موسى نكتة بيضاء فتفشو تلك النكتة حتى يبيض بها وجهه، ولا يبقىٰ كافر إلا نكت في وجهه نكتة سوداء بخاتم سليمان فتفشو تلك النكتة حتى يسود بها وجهه، حتى أن الناس يتبايعون في الأسواق: بكم ذا يا مؤمن؟ بكم ذا يا كافر؟ (ابن كثير، ۳/۳۷۶)

[2] عن حذيفة بن أسيد الغفاري قال: اطلع علينا النبي ﷺ ونحن نتذاكر ..... وآخر ذلك نار تخرج من يمن تطرد الناس إلى محشرهم. (مسلم بشرح أبي: ۲۹۰۱)

[3] عن النواس بن سمعان رضي الله عنه في حديث طويل: فبينما هم كذلك إذ بعث الله ريحا طيبة فتأخذهم من تحت آباطهم، فتقبض روح كل مؤمن وكل مسلم، ويبقىٰ شرار الناس يتهارجون فيها تهارج الحمر، فعليهم تقوم الساعة.

(مسلم، رقم: ۲۱۳۷، ابن ماجه، رقم: ۴۰۷۵، الترمذي، رقم: ۲۲۴۵)

حشر ونشر

سوال: حشر نشر یا عالمِ آخرت کیا ہے؟

جواب: پہلی دفعہ صور پھونکنے سے تمام عالم نیست و نابود ہوجائے گا، حتی کہ خود حضرت اسرافیل علیہ السلام کو بھی موت آجائے گی اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب کے سب فنا ہوجائیں گے، پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا، تمام عالم دوبارہ زندہ ہوجائے گا، مردے قبروں میں سے زندہ ہوکر نکل پڑیں گے اور سب جمع ہوکر میدانِ حشر کی طرف چل پڑیں گے، یہی دوبارہ زندگی حشر ونشر یا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے۔[1]

سوال: عالمِ آخرت اور میدانِ حشر کے کچھ حالات بیان کریں۔

جواب: دوسری بار صور پھونکنے پر جب تمام عالم بیدار ہوجائے گا اور مردے زندہ ہوجائیں گے،[2] تو سورج سوا نیزے پر آجائے گا، اور لوگ اپنے اعمال کی نسبت سے پسینے میں ڈوبے ہوں گے، بعض ٹخنوں تک پسینے میں ڈوبے ہوں گے، بعض گھٹنوں تک، بعض ناف تک اور بعض کو پسینے نے منہ تک ڈبو رکھا ہوگا،[3] اس دن لوگ نشہ کے بغیر

---

[1] قال تعالیٰ: ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝﴾ (الحاقة: ۱۳، ۱۴) وقال تعالیٰ: ﴿وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ۝﴾ (الزمر: ۶۸) وقال تعالیٰ: ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝﴾ (المؤمنون: ۱۶) وقال تعالیٰ: ﴿وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝﴾ (الرحمن: ۲۷)

[2] قال تعالیٰ: ﴿ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ﴾ (الزمر: ۶۸)

[3] عن المقداد قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: تدنى الشمس يوم القيامة من الخلق حتى تكون منهم كمقدار ميل، فيكون الناس على قدر أعمالهم في الغرق، فمنهم من يكون إلى كعبيه إلخ. (مسلم، رقم: ۲۸۶۴)

مدہوش ہوں گے۔[1]

تمام انسان حساب و کتاب کے لیے میدانِ قیامت میں جمع ہوں گے، ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سفارش پر حساب کتاب شروع ہوگا،[2] حساب و کتاب سب کا ہوگا، اعمال ناموں کا وزن ہوگا، اور اعمال ناموں کے وزن کے لیے "میزانِ عدل" یعنی انصاف کا ترازو نصب ہوگا، جس کے داہنے پلڑے میں نیک اعمال اور بائیں پلڑے میں اعمالِ بد رکھے جائیں گے،[3] جن کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا، ان کو نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا اور جن کے گناہوں کا پلڑا بھاری ہوگا، ان کا نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں تھمایا جائے گا، نیکوکار خوشی کے مارے سب کو اپنا نامۂ اعمال دکھاتے ہوں گے، جب کہ بدکار حسرت و افسوس کرتا پھرے گا۔[4] پھر سب کو پلِ صراط سے گزرنا ہوگا۔

پلِ صراط

سوال: پلِ صراط کیا ہے؟

جواب: یہ ایک پل ہے، جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے،[5] اور جہنّم

---

[1] قال تعالیٰ: ﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى﴾ (الحج: ۲)

[2] كما رواه أنس في حديث الشفاعة، مسلم: ۲/۲۴۵، ابن ماجه، رقم: ۴۳۰۷، ۴۳۱۷)

[3] قال تعالیٰ: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ○﴾ (الأنبياء: ۴۷)

[4] قال تعالیٰ: ﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ○ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ○ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ○ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ○ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ○ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ○ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ○ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ○ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ○﴾ (الحاقة: ۱۹-۲۷)

[5] قال في "جمع الفوائد": وفي رواية قال أبو سعيد: بلغني أن الجسر أدق من الشعر وأحد =

کے اوپر بندھا ہے، سب کو اس پر سے گذرنے کا حکم ہوگا[1] نیک لوگ اس کو سلامتی کے ساتھ عبور کر کے جنّت میں پہنچ جائیں گے، اور بدکار و کفار اس پر سے کٹ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔[2]

سوال: کیا گناہ گار مسلمان بھی جہنّم میں جائے گا؟

جواب: جی ہاں! وہ مسلمان جس نے دنیا میں گناہ کیے اور سچّی توبہ نہ کی، تو قانونِ خداوندی کے مطابق وہ جہنّم میں اپنے گناہوں کی سزا پاکر اور پاک وصاف ہوکر بالآخر جنّت میں جائیں گے، ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو معاف فرمادیں، تو یہ بھی سیدھے جنّت میں پہنچ جائیں گے۔[3]

= من السيف. (للشيخين والنسائي) (جمع الفوائد: ٣٣، ١٠٠٠٢، ٢/٨٣٨)

[1] قال تعالىٰ: ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّاO﴾ (مريم: ٧١)

[2] قال تعالىٰ: ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّاO﴾ (مريم: ٧٢)

[3] وقوله: "ثم ننجي الذين اتقوا" أي إذا مر الخلائق كلهم على النار وسقط فيها من سقط من الكفار والعصاة ذو المعاصي بحسبهم، نجا اللّٰه تعالىٰ المؤمنين المتقين بحسب أعمالهم التي كانت في الدنيا، ثم يشفعون في أصحاب الكبائر من المؤمنين، فيشفع الملائكة والنبيون والمؤمنون فيخرجون خلقا كثيرا قد أكلتهم النار إلا دارت وجوههم، وهي مواضع السجود ..... حتى يخرجون من كان في قلبه أدنى أدنى أدنى مثقال ذرة من إيمان، ثم يخرج اللّٰه من النار من قال يوما من الدهر: "لا إله إلا اللّٰه" وإن لم يعمل خيرا قط، ولا يبقى في النار إلا من وجب عليه الخلود، كما وردت بذلك الأحاديث الصحيحة عن رسول اللّٰه ﷺ، ولهذا قال تعالىٰ: ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّاO﴾ (تفسير ابن كثير: ١٣٣، ٣/١٣٤)

مکتبۃ البشریٰ

طبع شدہ

رنگین مجلد

تفسیر عثمانی (۲ جلد)
خطبات الاحکام لجمعات العام (جلد)
حصن حصین (جلد)
الحزب الاعظم (مہینے کی ترتیب پر مکمل) (جلد)
الحزب الاعظم (ہفتے کی ترتیب پر مکمل) (جلد)
لسان القرآن (اول، دوم سوم) (جلد)
خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی (جلد)
تعلیم الاسلام (مکمل) (جلد)
بہشتی زیور (تین حصے) (جلد)

رنگین کارڈ کور

حیات المسلمین | آداب المعاشرت
تعلیم الدین | زاد السعید
جزاء الاعمال | روضۃ الادب
الحجامہ (پچھنا لگانا) (جدید ایڈیشن) | فضائل حج
الحزب الاعظم (جیبی) (مہینے کی ترتیب پر) | معین الفلسفۃ
الحزب الاعظم (جیبی) (ہفتے کی ترتیب پر) | مبادئ الفلسفۃ
مفتاح لسان القرآن (اول، دوم سوم) | معین الأصول
عربی زبان کا آسان قاعدہ | تیسیر المنطق
فارسی زبان کا آسان قاعدہ | فوائد مکیہ
تاریخ اسلام | بہشتی گوہر

علم الصرف (اولین، آخرین) | علم النحو
عربی صفوۃ المصادر | جمال القرآن
جوامع الکلم مع چہل ادعیہ مسنونہ | تسہیل المبتدی
عربی کا معلّم (اوّل، دوم، سوم) | تعلیم العقائد
نام حق | سیر الصحابیات
کریما | پند نامہ

مجلد/ کارڈ کور

فضائل اعمال | منتخب احادیث
مفتاح لسان القرآن (اول، دوم، سوم) | اکرام مسلم

زیر طبع

عربی کا معلّم (چہارم) | معلّم الحجاج
صرف میر | نحو میر
تیسیر الابواب

مكتبة البشرى

المطبوع

ملونة مجلدة

الصحيح لمسلم	(٧ مجلدات)
الموطأ للإمام محمد	(مجلدين)
الهداية	(٨ مجلدات)
مشكاة المصابيح	(٤ مجلدات)
التبيان في علوم القرآن	(مجلد)
تفسير البيضاوي	(مجلد)
شرح العقائد	(مجلد)
تيسير مصطلح الحديث	(مجلد)
تفسير الجلالين	(٣مجلدات)
المسند للإمام الأعظم	(مجلد)
مختصر المعاني	(مجلدين)
الحسامي	(مجلد)
الهدية السعيدية	(مجلد)
نور الأنوار (مجلدين)	(مجلدين)
القطبي	(مجلد)
كنز الدقائق(٣مجلدات)	(٣مجلدات)
أصول الشاشي	(مجلد)
نفحة العرب	(مجلد)
شرح التهذيب	(مجلد)
مختصر القدوري	(مجلد)

تعريب علم الصيغه	(مجلد)
نور الإيضاح	(مجلد)

ملونة كرتون مقوي

شرح عقود رسم المفتي	السراجي
متن العقيدة الطحاوية	الفوز الكبير
هداية النحو (الخلاصة والتمارين)	تلخيص المفتاح
زاد الطالبين	دروس البلاغة
عوامل النحو (النحو)	الكافية
هداية النحو	تعليم المتعلم
إيساغوجي	مبادئ الأصول
شرح مائة عامل	المرقات

متن الكافي مع مختصر الشافي

خير الأصول في حديث الرسول

ستطبع قريبا بعون الله تعالى

ملونة مجلدة/ كرتون مقوي

الموطأ للإمام مالك	الجامع للترمذي
ديوان الحماسة	ديوان المتنبي
التوضيح والتلويح	المعلقات السبع
شرح الجامي	المقامات الحريرية

Other Languages

Riyad Us Saliheen (Spanish)(H. Binding)
Fazail-e-Aamal (Germon)

To be published Shortly Insha Allah

Al-Hizbul Azam (French) (Coloured)

Book in English

Tafsir-e-Uthmani (Vol. 1, 2, 3)
Lisaan-ul-Quran (Vol. 1, 2, 3)
Key Lisaan-ul-Quran (Vol. 1, 2, 3)
Al-Hizbul Azam (Large) (H. Binding)
Al-Hizbul Azam (Small) (Card Cover)
Secret of Salah